بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

جمال و حُسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اَوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

دینی، علمی اور تبلیغی مجلّہ

ماہنامہ الفرقان ربوہ

جون سنہ ۱۹۶۰ء

ایڈیٹر
ابوالعطاء جالندھری

سالانہ اشتراک
پاکستان وبھارت ۔ پانچ روپے
دیگر ممالک ۔ دس شلنگ

دس سالہ دَور کے لئے لائف ممبر

اندر ملاحظہ فرمائیے !

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"الفرقان" کے خاص ہمدرد اور معاونین اصحاب

دس سالہ دور کے لئے لائف ممبر بننے والے کرم فرما حضرات

ہم ذیل میں ان بزرگوں اور احباب کے نام دُعا کی تحریک کے لئے درج کرتے ہیں جنہوں نے لائف ممبری کی تحریک کو قبول فرما کر دس سال کا چندہ ادا فرما دیا ہے۔ اس تحریک میں شمولیت کرنے والے پاکستانی و بھارتی خریدار پچاس روپے اور دیگر ممالک کے خریدار پانچ پاؤنڈ ادا کرتے ہیں۔ رسالہ کو یہ فائدہ ہے کہ دس سال تک ان کے نام وی۔ پی کرنے یا یاد دہانی وغیرہ کرانے کا کوئی سوال نہیں رہتا نیز کاغذ خریدنے میں سہولت ہو جاتی ہے۔ احباب کو ثواب کے علاوہ یہ فائدہ ہے کہ دس سال تک ہر ماہ ان کے نام رسالہ میں دعا کے لئے شائع ہوتے رہیں گے۔ اور دس سال تک انہیں رسالہ بھی پہنچتا رہے گا۔ انشاء اللہ۔

ماہ اپریل ۱۹۶۰ء میں لائف ممبر بننے والے احباب

۱۔ سیدی حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے ربوہ
۲۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔ اے ربوہ
۳۔ جناب چودھری محمد شریف صاحب خالد ایم۔ اے ربوہ
۴۔ جناب صالح الشیبی النہدی صاحب انڈو نیشین مشن دہلی
۵۔ جناب حکیم سید پیر احمد شاہ صاحب شہر سیالکوٹ
۶۔ جناب چودھری نذیر احمد صاحب ایڈووکیٹ نائب امیر شہر سیالکوٹ
۷۔ جناب قاضی خلیل الرحمٰن خان صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر ڈھاکہ
۸۔ جناب قریشی عبد الرشید صاحب تحریک جدید ربوہ
۹۔ جناب پروفیسر رفیق احمد صاحب ثاقب۔ ابن جناب قاضی محمد رشید صاحب سابق وکیل المال تحریک جدید
۱۰۔ جناب سیٹھ اللہ جوایا صاحب تاجر ملتان
۱۱۔ جناب شیخ محمد منیر صاحب۔ دنیا پور
۱۲۔ جناب چودھری نذیر احمد صاحب ایم۔ ایس سی غانا (افریقہ)
۱۳۔ 〃　〃　بشیر احمد صاحب منیر ربوہ
۱۴۔ جناب عبد الرحمٰن صاحب جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ گوجرانوالہ
۱۵۔ جناب چودھری محمد لطیف صاحب ایم۔ اے ربوہ

ماہ مئی ۱۹۶۰ء میں لائف ممبر بننے والے احباب

۱۶۔ محترمہ بیگم صاحبہ سید عبد العزیز صاحب منڈی بہاء الدین
۱۷۔ محترمہ امۃ النصیر صاحبہ اہلیہ جناب صالح الشیبی النہدی نئی دہلی
۱۸۔ میاں محمد انور و ڈاکٹر محمد شفیق صاحبان۔　چٹاگانگ
۱۹۔ جناب چودھری محمد خالد صاحب　〃
۲۰۔ جناب محمود احمد علاء الدین صاحب سکندرآبادی　〃
۲۱۔ محترمہ محمودہ بیگم سعدی صاحبہ　〃
۲۲۔ جناب محمد سلیمان صاحب　ڈھاکہ
۲۳۔ جناب مولوی ابو الخیر محمد محب اللہ صاحب محمود نگر (مشرقی پاکستان)
۲۴۔ جناب صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بیرسٹر　ڈھاکہ
۲۵۔ جناب ڈاکٹر عبد الصمد صاحب ڈی۔ پی۔ ایچ　نارائن گنج
۲۶۔ جناب ایس۔ ایم حسن صاحب امیر جماعت احمدیہ　ڈھاکہ
۲۷/۲۸ جناب نواب زادہ محمد امین خان صاحب بنوں (دو خریدار)
۲۹۔ جناب عبد العزیز عزیز الدین صاحب لندن
۳۰۔ جناب چودھری انور احمد صاحب کاہلوں　ڈھاکہ
۳۱۔ جناب چودھری خورشید احمد صاحب　〃

خاکسار
طالب دُعا۔ ابو العطاء جالندھری
۸/۶/۶۰

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

دینی، علمی اور تبلیغی مجلہ

ماہنامہ الفرقان ربوہ

جلد ۱۰ | ذوالحجہ ۱۳۷۹ھ ؛ جون ۱۹۶۰ء | شمارہ ۶

ایڈیٹر

ابو العطاء جالندھری

نائبین

چودھری محمد شریف خالد ایم۔اے

مولوی غلام باری سیف مولوی فاضل

فوری توجہ فرمائیے!

رسالہ الفرقان کی طرف سے انتظام کیا جا رہا ہے کہ تمام خریداروں کے ڈاک کے پتوں کو چھپوایا جائے۔ آپ کی فوری توجہ کے لئے یہ تحریر کیا جاتا ہے کہ اس دفعہ کے رسالہ کے اوپر آپ کا جو پتہ لکھا گیا ہے آپ اسے اچھی طرح دیکھ لیں۔ اگر کوئی غلطی ہو تو فوری طور پر مطلع فرمائیں تاکہ پتہ درست کیا جا سکے اور رسالہ آپ کو باقاعدہ پہنچتا رہے۔ یاد رہے کہ آپ اپنا پتہ خوشخط اور صاف تحریر فرمائیں۔

انگریزی پتوں والے خریدار خاص توجہ فرمائیں!

ابو العطاء جالندھری۔ مینیجر الفرقان۔ ربوہ

مضامین

مضمون	مصنف	صفحہ
فہرست معاونین خاص		ٹائیٹل صفحہ ۲
حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی بیماری اور جماعت کی ذمہ داری۔	حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم اے	صفحہ ۲
درس الحدیث (آخری زمانہ کی علامات)	ایڈیٹر	صفحہ ۵
اسلامی حکومت کا نظام اور اس کے فرائض	حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ کے قلم سے۔	صفحہ ۶
حضرت مسیح کشمیر میں	جناب شیخ عبدالقادر صاحب لائلپوری	صفحہ ۹
ہالینڈ میں اسلام	جناب حافظ قدرت اللہ صاحب مبلغ ہالینڈ	صفحہ ۱۸
سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری سے ایک ملاقات	جناب مولوی غلام باری صاحب سیف	صفحہ ۲۳
ھوالموجود (نظم)	جناب مبشر احمد صاحب راجیکی	صفحہ ۲۷
پاکستان میں تبلیغ بہائیت اور مسلمانوں کا فرض	ایڈیٹر	صفحہ ۲۸
"نئی کتابیں" (تبصرہ جات)	تبصرہ نگار	صفحہ ۳۰
مقصد حیات (نظم)	جناب میر اللہ بخش صاحب تسنیم	صفحہ ۳۲
حج — دنیائے اسلام کا بے مثال روحانی اجتماع	ابو العطاء	صفحہ ۳۳
حج بیت اللہ کی تڑپ (نظم)	حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ	صفحہ ۳۶
[illegible] (نظم)	جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل	صفحہ ۳۷
کیا حضرت آدمؑ گنہگار تھے؟	جناب گیانی واحد حسین صاحب فاضل	صفحہ ۳۸
حضرت بابا نانک کا اسلام اور سکھ صاحبان کے اعتراضات کے جواب	جناب گیانی عباد اللہ صاحب فاضل	صفحہ ۴۱

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی بیماری اور جماعت کی ذمہ داری

(رقم فرمودہ حضرت میرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی)

{ذیل کا پُر درد اور خاص مضمون سیدی حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے کا رقم فرمودہ ہے۔ امید ہے کہ افرادِ جماعت پوری توجہ سے اسے عملی جامہ پہنائیں گے۔ (ایڈیٹر)}

اب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی بیماری کے موجودہ دَور پر ایک سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے مگر ابھی تک بیماری میں تخفیف کے کوئی نمایاں آثار ظاہر نہیں ہوئے۔ بے شک بعض عوارض میں وقتی طور پر افاقہ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے لیکن چند دن کے بعد پھر تکلیف اور بے چینی کا دَور شروع ہو جاتا ہے اور بحیثیت مجموعی کمزوری بڑھ رہی ہے جو ایک لمبے عرصہ تک صاحبِ فراش رہنے کا طبعی نتیجہ ہے۔ بے شک بیماری انسان کے جسمانی نظام کا کم و بیش لازمی حصہ ہے جس سے کوئی ابنِ آدم مستثنیٰ نہیں۔ مگر اس بیماری کا دوسرا پہلو بھی ناگزیر ہے کہ جماعت آجکل حضور کے پُرمعارف خطبات اور مجلسی مذاکرات اور خطوط و کتابت کے ذریعہ تربیتی اور تبلیغی تحریکات سے عملاً محروم ہے اور اسی طرح صدر انجمن احمدیہ کے ناظر صاحبان اور مجلس تحریک جدید کے وکلاء صاحبان کے کام کی بھی اس رنگ میں نگرانی نہیں ہو رہی جو حضور اپنی صحت کی حالت میں فرمایا کرتے تھے۔ یہ سب باتیں جماعتی نقطۂ نگاہ سے شدید خطرات کے پہلو ہیں جن کی طرف سے ایک الٰہی جماعت کو کسی صورت میں غافل نہیں ہونا چاہیئے بیشک جماعت حضور کی صحت کے لئے بڑے درد و الحاح سے دعائیں کر رہی ہے (گو میں کہتا ہوں کہ ترخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز) اور سنتِ نبوی کے ماتحت صدقے بھی کئے جا رہے ہیں مگر جماعت کی ذمہ داری صرف دعاؤں اور صدقات پر ختم نہیں ہوتی بلکہ اس کا فرض ہے کہ امام کی بیماری کے پیشِ نظر امام کی نگرانی اور امام کی ہدایات اور امام کی روح پرور تحریکات کی کمی کو جہاں تک ہو سکے مزید جد و جہد اور مزید سعی و کاوش اور مزید قربانی و فدائیت کے ذریعہ پورا کرنے کی کوشش کرے۔ اسلام کا سارا نظام تقدیر و تدبیر کی دُہری تاروں کی عجیب و غریب آمیزش پر مبنی ہے اسلئے محض تقدیر کے بھروسہ پر بیٹھ رہنا سچے مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اعقل ثم توکّل

"یعنی پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھو اور

پھر توکّل کرو۔"

اور اسی حدیث نبوی کی تشریح میں مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ :-

بر توکّل زانوئے اشتر ببند

پس اب جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالے بنصرہ العزیز ومتّعنا بطول حیاتہ کی موجودہ نازک بیماری پر ایک سال کا طویل عرصہ گزر رہا ہے۔ یہ خاکسار اپنے بھائیوں اور بہنوں کی خدمت میں ان کا اجتماعی فرض یاد دلاتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ ہماری جماعت کا یہ دَور نازک ہے۔ اور بے حد نازک جب کہ ایک طرف امام کی شدید بیماری ہے اور دوسری طرف دنیا میں غیر معمولی حالات پیدا ہو رہے ہیں اور قومی زندگی کی کش مکش بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اسلئے انہیں دُعاؤں یعنی زندہ اور تڑپتی ہوئی دُعاؤں کے علاوہ مندرجہ ذیل امور کی طرف خاص بلکہ خاص الخاص توجہ دینی چاہیئے :-

(۱) جماعت کے عقائد اور خیالات کے متعلق جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اور ان غلط فہمیوں نے ہمارے راستہ میں گویا ایک پہاڑ کھڑا کر رکھا ہے انہیں بار بار کی وضاحت اور تکرار اور دلکش تشریح اور محبّت اور ہمدردی کے ذریعہ دُور کیا جائے اور اس میدان میں ایسے والہانہ رنگ میں کام کیا جائے کہ ہمارے اردگرد کے سیاہ بادل جلد سے جلد چھٹ جائیں اور فضا ہر قسم کے تکدّر سے پاک ہو جائے اور خدائی کلمہ کا بول بالا ہو۔ یہ ایک نہایت ضروری فرض ہے جس کے بغیر ہمارے لئے کوئی تسکین نہیں اور نہ کوئی ترقی۔

(۲) افرادِ جماعت (مَردوں اور عورتوں اور نوجوانوں اور بچّوں) کی تربیت پر اتنا زور دیا جائے اور ایسی توجہ کی جائے کہ ہر احمدی اسلام اور احمدیت کی تعلیم کا پاک نمونہ بن جائے اور دنیا کو ان کے وجود میں وہ روحانی کشش نظر آئے جو ہمیشہ سے الٰہی جماعتوں کا طرۂ امتیاز رہی ہے۔ دیکھو محض نام کا مسلمان یا نام کا احمدی کہلانا کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ بلکہ نام کا ایمان اور رسمی عمل تو انسان کو خدا کے حضور دُہرا مجرم بنا دیتا ہے۔ پس اپنے اندر وہ پاک تبدیلی پیدا کرو جو ایک مومن کو مقناطیس بنا دیتی ہے تاکہ دنیا کی زبان میں پکار اُٹھیں اور کرشمۂ دامن دل کو کھینچے کہ :-

جا این جا است

تم محض مُنہ کی تبلیغ کے ذریعہ دُنیا کے دل فتح نہیں کرسکتے۔ بلکہ دلوں کو فتح کرنے کے لئے تمہارے اندر سچّی روحانیت اور خدائے عرش کے ساتھ زندہ اور بولتا ہوُا تعلق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پر ایسا عمل درکار ہے جو مٹی کو سونا بنا دیتا ہے۔ نمازوں میں پابندی ہو۔ دعاؤں میں شغف ہو۔ لین دین میں صفائی ہو۔ تجارت میں دیانت ہو۔ آپس میں محبّت اور اتّحاد ہو۔ مخلوقِ خدا کے ساتھ شفقت اور ہمدردی ہو۔ خدا کے دین کے لئے مسلسل مالی قربانی کا جذبہ ہو۔ مرکز کے ساتھ پختہ وابستگی اور جماعتی کاموں میں اتنا شغف اور اتنی یکجہتی ہو کہ تم ایک بنیان مرصوص بن جاؤ اور شیطان

تمہارے قلعہ پر نقب لگانے سے مایوس ہو جائے۔ سو اے مقامی امیرو اور اے ضلع وار امیرو اور صوبائی امیرو اور اے وہ تمام لوگو جو کسی نہ کسی رنگ میں جماعت میں اثر و رسوخ رکھتے ہو کیا آپ میری آواز کو سنتے ہیں اور کیا آپ وعدہ کرتے ہیں کہ آپ حضرت صاحب کی بیماری کے ایام میں اپنے اس فرض کو زیادہ توجہ اور زیادہ بیدار مغزی اور زیادہ للّٰہیت سے ادا کریں گے؟

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ ہمارے بیرونی مبلغ جو اس وقت خدا کے فضل سے دُنیا کے اکثر آزاد ممالک میں اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہیں وہ اپنی کوششوں کو دو چند بلکہ سہ چند بلکہ چہار چند بلکہ بے شمار چند کر دیں تاکہ بیرونی ممالک میں اسلام کی سربلندی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ کا بول بالا ہو اور اس خدمت کی وجہ سے خدائے عرش ہم پر ایسا خوش ہو جائے کہ ہماری بعض کمزوریوں کے باوجود ہمارے لئے اپنی رضا کے راستے کھول دے اور ہمارے لئے اس دائمی وعدہ کا دن قریب تر لے آئے جس کی اس نے اپنے مسیحؑ کے ذریعہ ہمیں بشارت دی ہے۔ پس اے یورپ اور امریکہ اور ایشیا اور افریقہ میں کام کرنے والے مبلغو! میری اس آواز کو سُنو اور اپنی مشتاقانہ اور والہانہ تبلیغ کے ذریعہ اپنے خدا کو خوش اور ہمارے دلوں کو ٹھنڈا اور اپنی عاقبت کو محمود بنانے کی کوشش کرو بلکہ افریقہ کے پسماندہ ممالک تمہاری توجہ کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ اس ذریعہ سے تم اپنے رسول (فداہ نفسی) کی اس پیشگوئی کو پورا کرنے والے بنو گے جس میں کہا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں حوت یعنی پستی میں پڑی ہوئی اقوام بیدار ہو کر اُٹھیں گی اور ان کی ترقی کا دَور آئے گا اور اس ذریعہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ پیشگوئی بھی پوری ہوگی کہ ایک بحرِ ذخار جو سانپ کی طرح بَل کھاتا ہوا مغرب سے مشرق کی طرف بہہ رہا ہے وہ حضور کے دیکھتے دیکھتے پلٹا کھا کر مشرق سے مغرب کی طرف بہنے لگ گیا ہے۔

(۴) پھر میں اس موقعہ پر اپنے ان بزرگوں اور بھائیوں اور عزیزوں سے بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں جو اس جماعت کے مرکزی نظام میں ناظروں یا وکیلوں کے عہدوں پر فائز ہیں کہ حضرت صاحب سے اُتر کر ان کا کام انتہائی ذمہ داری کا کام ہے اور گویا وہ جماعت کے نائب گڈریے ہیں انہیں چاہیئے کہ اس وقت بہترین گڈریے ثابت ہوں کیونکہ وہ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کے جانشین ہیں (یہ حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ ہیں) ان کے سب کام انتہائی بیدار مغزی اور تقویٰ اور محنت اور جانفشانی اور انصاف اور للّٰہیت پر مبنی ہونے چاہئیں اور انہیں دوسروں کے لئے بہترین نمونہ بننا چاہیئے۔ ان میں ایک طرف محبت اور شفقت اور اخوت کا زبردست جذبہ موجزن ہو اور دوسری طرف پوری نگرانی اور حسب موقعہ اصلاحی قدم اٹھانے میں بھی غفلت نہ برتی جائے۔ کیونکہ اچھا انتظام انہی دو انتہاؤں کے درمیان پروان چڑھا کرتا ہے۔

پس اب جب کہ ہمارا امام بیمار ہے اور ہم ایک عرصہ سے اس کے خطبات اور کلمات اور تحریکات اور تفصیلی نگرانی سے عملاً محروم ہیں ہمارے لئے دل سوز

دعاؤں کے علاوہ اس کمی کو پورا کرنے کا یہی واحد ذریعہ ہے کہ ہم اوپر کے بیان شدہ چار طریقوں کو اختیار کر کے خدائی نصرت کے طالب ہوں اور اپنے عمل سے ثابت کر دیں کہ خلیفۂ وقت کی بیماری نے ہمارے دلوں میں ذمہ داری کا احساس کم نہیں کیا بلکہ بڑھا دیا ہے اور ہم نے اس وجہ سے اپنی کوششوں میں سستی نہیں پیدا ہونے دی بلکہ اپنے قدم کو تیز سے تیز تر کر کے اس فرض کو پورا کیا ہے جو خدائے عرش نے ہمارے کمزور کندھوں پر ڈالا ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ دیکھو اس وقت امام بیمار ہے اور گو اس کی دعا اور اس کی روحانی توجہ ہمارے ساتھ ہے مگر پھر بھی ہم ظاہری صورت میں اس کی نگرانی اور اس کی روزمرہ کی ہدایات سے بڑی حد تک محروم ہیں۔ پس نیک اور سعید الفطرت بچوں کی طرح جو باپ کی بیماری میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہو جایا کرتے ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کو زیادہ فرض شناسی سے ادا کرتے ہیں تم بھی اپنے کندھوں کو باہم پیوست کر لو اور اپنی کمروں کو کس لو اور اپنے قدموں کو تیز کر دو۔ تم حضرت خاتم النبیین افضل الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت اور حضرت مسیح محمدی کی جماعت ہو جن کے متعلق خدا نے قرآن میں **اٰخرین منھم** کے الفاظ فرمائے ہیں۔ پس ایسا عمل دکھاؤ اور دین کے رستے میں ایسی خدمت اور ایسی قربانی اور ایسی فدائیت کا نمونہ پیش کرو کہ دنیا کے اسود و احمر تمہاری طرف بے اختیار کھنچے آئیں اور آسمان کے فرشتے تم پر رحمتیں بھیجیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک روحیں تم پر خوش ہوں اور خدائے ذوالمجد والعلیٰ تمہیں اپنے انوار اور برکات سے ڈھانک لے۔ اٰمین یا ارحم الراحمین و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خاکسار راقم آثم اور دوستوں کی دعا کا طالب
مرزا بشیر احمد۔ ربوہ
۲۱ مئی ۱۹۶۰ء

درس الحدیث

آخری زمانہ کی علامات

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تَسْلِيمُ الْخَاصَّةِ وَفُشُوُّ التِّجَارَةِ حَتَّى تُعِينَ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا عَلَى التِّجَارَةِ وَقَطْعُ الْأَرْحَامِ وَفُشُوُّ الْقَلَمِ وَظُهُورُ الشَّهَادَةِ بِالزُّورِ وَكِتْمَانُ شَهَادَةِ الْحَقِّ (الادب المفرد)

ترجمہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے قریب یہ حالات ہونگے۔ بڑے لوگوں کو سلام کیا جائیگا۔ تجارت پھیل جائیگی۔ یہاں تک کہ بیویاں تجارتی معاملات میں خاوندوں کی امداد کریں گی، رشتہ داروں کے حقوق تلف ہونگے، قلم کی بہت اشاعت ہوگی، کثرت سے جھوٹی گواہیاں دی جائینگی۔ اور سچی شہادت کو جان بوجھ کر چھپایا جائے گا۔

تشریح۔ ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ نبوی پیشگوئی کس طرح اس زمانہ میں حرف بحرف پوری ہو چکی ہے۔

اسلامی حکومت کا نظام اور اسکے فرائض

(حضرت امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے قلم سے)

[آجکل پاکستان میں آئین کی تشکیل کا سوال زیر غور ہے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہٗ نے ۱۹۲۴ء میں "حقیقی اسلام" نامی کتاب میں اس بارے میں نہایت مفید ہدایات تحریر فرمائی ہیں۔ ذیل میں وہ اصولی ہدایات بصورت اقتباسات درج کی جاتی ہیں ——— (ایڈیٹر)]

" اسلام کا یہ حکم ہے کہ مسلمان مل کر ایک ایسے شخص کو جسے وہ اس کام کے لائق سمجھیں منتخب کریں کہ وہ حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے۔ اس شخص کا انتخاب مغربی ممالک کے پریذیڈنٹوں کی طرح چند سال کیلئے نہیں ہوتا۔ بلکہ ساری عمر کے لئے ہوتا ہے اور اس انتخاب کے بعد پھر اللہ تعالےٰ ہی اس کو اس منصب سے برخاست کر سکتا ہے یعنی اسے وفات دے کر۔ اس شخص کے ہاتھ میں تمام وہ طاقتیں اور اختیارات ہوتے ہیں جو حکومت کو حاصل ہوتے ہیں۔ مگر اس شخص کا فرض ہوتا ہے کہ اپنی ساری عمر کو ملک کی بہتری کے لئے صرف کردے نہ کہ اپنی بڑائی کے حصول کے لئے۔ اس کا حق بیت المال پر سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ وہ اپنے ملک کی ضروریات پر صرف کرے۔ اپنے لئے وہ آپ گزارہ مقرر نہیں کر سکتا بلکہ ضروری ہے کہ مسلمانوں کی مجلس شوریٰ اس کے لئے گزارہ مقرر کرے۔ اس کا فرض ہے کہ ایک مجلس شوریٰ کے ذریعہ سے ملک کی عام رائے کو معلوم کرتا رہے اور جب ضرورت ہو عام اعلان کرکے تمام افراد سے ان کی رائے دریافت کرے تاکہ اگر کسی وقت ملک کے نمائندوں اور ملک کی عام رائے کی مخالفت ہو جائے تو ملک کی عام رائے کا علم ہو سکے۔ اس سے امید کی جاتی ہے کہ کثرت رائے کا احترام کرے۔ لیکن چونکہ یہ ہر قسم کی سیاسی جنبہ داری سے بالا ہو چکا ہے۔ اور حکومت میں اس کو ذاتی کوئی فائدہ نہیں اسلئے اس کی رائے کی نسبت یقین کیا گیا ہے کہ بالکل بے تعصب ہوگی۔ اور محض ملک و ملت کا فائدہ اسے مدنظر ہوگا۔ اور اس لئے بھی کہ ملک کی عام رائے کا نائب ہونے کے سبب سے یہ ایمان لایا جاتا ہے اور اسلام وعدہ کرتا ہے کہ اسے خدا تعالےٰ کی طرف سے خاص نصرت حاصل ہوگی۔ پس اس کو اختیار دیا گیا ہے۔

کہ وہ کسی خاص ضرورت سے جو نہایت اہم ہو شوریٰ کی کثرت رائے کے فیصلہ کو مسترد کر سکتا ہے ــــ وہ پابند ہے اِن معنوں میں کہ وہ اسلام کے مقرر کردہ نظام کے ماتحت ہے جسے بدلنے کا اسے کوئی اختیار نہیں۔ اور مجبور ہے اس پر کہ بغیر مشورہ کے کوئی فیصلہ نہ کرے۔ اور اس پر کہ حکومت کو موروثی ہونے سے بچائے ــــ وہ منتخب ہے اِن معنوں میں کہ خدا تعالیٰ لوگوں کے ذریعہ اسے منتخب کرواتا ہے اور نیابتی حیثیت رکھتا ہے اِن معنوں میں کہ اس سے امید کی جاتی ہے کہ وہ سوائے کسی غیر معمولی ضرورت کے اہم امور میں کثرت رائے کے خلاف نہ جائے۔ اور یہ کہ اس کو اپنی ذات کے لئے بیت المال پر کوئی تصرف نہ ہو۔ اور وہ آسمانی طاقت رکھتا ہے اِن معنوں میں کہ اس کو علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ کہ خدا تعالیٰ کی خاص نصرت اسے حاصل ہوتی ہے۔

اِن اصولوں کے علاوہ باقی تفاصیل شوریٰ کے انتخاب اور گورنروں کے انتخاب کے متعلق ضروریات وقت کا لحاظ رکھتے ہوئے اسلام نے جان بوجھ کر چھوڑ دی ہیں۔ تاکہ انسانی دماغ کو فروعات میں اپنے طور پر غور کرنے اور ترقی کرنے کا موقع ملے جو خود انسانی عقل کے ارتقاء کے لئے ضروری امر ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ اے مسلمانو! ہر ایک تفصیل رسول سے نہ پوچھا کرو کیونکہ بعض باتیں خدا تعالیٰ خود چھوڑ دیتا ہے تا تمہارے اجتہاد کیلئے بھی ایک میدان باقی رہے۔ اگر سب باتیں قرآن ہی بتائے اور تمہاری دماغی ترقی کیلئے میدان نہ چھوڑے تو یہ امر تم کو تکلیف اور دُکھ میں ڈالنے کا موجب ہوگا اور تمہاری ترقیات کیلئے حارج۔

ــــ بے شک حکومتوں کے اور طریق بھی دُنیا میں موجود ہیں لیکن ہر ایک شخص جو اسلامی طریقِ حکومت پر غور کرے گا اسکو تسلیم کرنا ہوگا کہ اس سے بہتر اور کوئی طریق نہیں۔ اس طریق میں ایک طرف تو بہترین نیابتی طریقِ حکومت شامل ہے اور دوسرے اس کو پارٹی فیلنگز سے بھی بالکل بالا کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ اسلامی حاکم کسی خاص پارٹی کی مدد یا نصرت کا محتاج نہیں ہوتا۔ پس وہ صرف ملکی فائدہ کو مدنظر رکھتا ہے عمر بھر کے لئے مقرر ہونے کے سبب سے بہترین دماغ ناقابل عمل اور متروک نہیں کئے جاتے بلکہ ملک کا ایک ایک شخص آخر تک ملک کی خدمت میں لگا دیتا ہے۔ ہم لوگوں کے نزدیک یہی طریقِ حکومت حقیقی ہے۔

حقوق و فرائض حکومت اسلامی

اسلامی حکومت کی شکل بیان کرنے کے بعد اب مَیں اُن حقوق کو بیان کرتا ہوں جو اسلام حکومت کو دیتا ہے۔ اور اُن فرائض کو بھی جو اسلام حکومت پر عائد کرتا ہے۔

سب سے پہلا فرض جو اسلام حکومت پر مقرر کرتا ہے یہ ہے کہ حکومت رعایا کی خوراک اور منافع اور ضروریات اور اتفاق اور اخلاق اور حفاظت اور معیشت اور مسکن کی ذمہ دار ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کلکم راعٍ وکلکم مسئولٌ عن رعیتہ الامام راعٍ ومسئولٌ عن رعیتہ والرجل راعٍ فی اھلہ ومسئولٌ عن رعیتہ والمرأۃ راعیۃ فی بیت زوجھا

ومسئولة عن رعيتها والخادم راع فی مال سيده ومسئول عن رعيته فكلكم راع ومسئول عن رعيته (متفق علیہ) تم میں سے ہر ایک مثل گڈریے کے ہے اور اُن لوگوں یا چیزوں کے متعلق پورا ذمہ دار ہے جو اس کے سپرد کئے گئے ہیں۔

. . . .

. . . . بادشاہ کے سپرد ایک جماعت کی گئی ہے اور وہ اُن کا ہر طرح ذمہ دار اور جوابدہ ہے۔ اور ہر مرد کے سپرد ایک خاندان ہے اور وہ اس خاندان کا ذمہ دار اور جوابدہ ہے اور عورت کے سپرد اولاد کی تربیت اور گھر کی حفاظت ہے اور وہ اس کی ذمہ دار اور جوابدہ ہے۔ اور نوکر کے سپرد اسکے آقا کی جائداد اور مال ہے اور وہ اس کا ذمہ دار اور جوابدہ ہے۔

اس حکم سے ظاہر ہے کہ اسلام نے بادشاہ کو مثل گڈریے کے قرار دیا ہے جس کے سپرد مالک ایک ریوڑ کرتا ہے۔ پس جس طرح اس کا فرض ہوتا ہے کہ اُسے بھٹرنے اور پراگندہ نہ ہونے دے۔ بھیڑیے کے حملہ سے بچائے۔ اس کی صحت کا خیال رکھے۔ خوراک کا خیال رکھے۔ مکان کا خیال رکھے۔ غرض ہر قسم کی ضرورتوں کا خیال رکھے۔ اسی طرح حکومت اسلامیہ کا فرض ہے کہ وہ اپنے علاقہ کے لوگوں کو تفرقہ اور فساد اور ایکدوسرے کے خلاف ظلم اور بیرونی حملوں سے بچائے اور ان کی تمام ضروریات کا فکر رکھے۔ خواہ وہ علوم کے متعلق ہوں خواہ تربیت کے۔ خواہ خوراک کے خواہ رہائش کے۔ خواہ صحت کے خواہ اور کسی قسم کی ہوں۔ یہ تعلیم تو عام ہے اس کے علاوہ تفصیلی فرائض یہ ہیں کہ اسلامی حکومت اس امر کی ذمہ دار رکھی گئی ہے کہ وہ ہر شخص کے لئے خوراک، لباس اور مکان مہیا کرے۔ یہ ادنیٰ سے ادنیٰ ضروریات ہیں جن کا پورا کرنا حکومت کے ذمہ ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر وہ چیزیں جن کی حفاظت اس کے سپرد کی گئی ہے زندہ نہیں رہ سکتیں۔ مکان اور خوراک کے بغیر جسمانی زندگی محال ہے اور لباس کے بغیر اخلاقی اور تمدنی زندگی محال ہے۔

دوسرا فرض حکومت کا عدل کا قائم کرنا ہے حکومت کا کام ہے کہ قضاء کا اعلیٰ درجہ کا انتظام کرے۔

ایک فرض حکومت کا یہ مقرر کیا گیا ہے کہ ملک کی عزت اور آزادی کی حفاظت کرے۔

ایک فرض اسلامی حکومت کا یہ ہے کہ وہ ملک کی تعلیم کا انتظام کرے۔

ایک فرض حکومت اسلام کا یہ ہے کہ وہ اُن لوگوں کی مدد کرے جو پیشہ تو جانتے ہیں لیکن ان کے پاس کام کرنے کو روپیہ نہیں۔

ایک فرض یہ ہے کہ وہ اندرونی امن کو قائم رکھے۔ — ملک کی خوراک کا انتظام رکھے — راستوں کی درستی کا خیال رکھے — ملک کے اخلاق کی نگرانی رکھے اور تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے ملک کی اخلاقی حالت کو اچھا کرتی رہے۔

بالآخر ایک فرض اسلام نے حکومت کا رکھا ہے کہ یزکیہم لوگوں کو بلند کرے، اونچا کرے یعنی ان کی ہر قسم کی ترقی کو مدنظر رکھے۔"

حضرت مسیحؑ کشمیر میں

(از جناب شیخ عبد القادر صاحب لائلپوری)

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہؑ اپنے ایک مضمون میں جو کہ ستمبر ۱۹۰۳ء کے ریویو آف ریلیجنز (اردو) میں شائع ہوا فرماتے ہیں:-

"سرینگر میں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے ایسے پرانے نوشتے اور تاریخی کتابیں پائی گئی ہیں جن میں لکھا ہے کہ یہ نبی جس کا نام یوز آصف ہے اور اسے عیسیٰ نبی بھی کہتے ہیں اور شہزادہ نبی کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ یہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک نبی ہے جو اس پرانے زمانے میں کشمیر میں آیا تھا جس کو ان کتابوں کی تالیف کے وقت قریباً سولہ سو برس گزر گئے تھے یعنی اس موجودہ زمانہ تک انیس سو برس گزرا ہے۔ اور اس قسم کی تحریریں کشمیر کے باشندوں کے پاس کچھ تھوڑی نہیں بلکہ بہت سی کتابیں پائی جاتی ہیں۔ اور میں نے سنا ہے کہ اس جگہ کے ہندوؤں کے پاس بھی اپنی زبان میں ایک کتاب ہے جس میں اس شہزادہ نبی کا ذکر ہے۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہندوؤں کی جس کتاب کا ذکر کیا ہے اس کا نام بھوشیہ مہا پران ہے۔ ہندوؤں کے قدیم اٹھارہ پرانوں میں سے یہ نواں پران ہے۔ یہ پران پہلی مرتبہ ۱۹۱۰ء میں مہاراجہ کشمیر سر پرتاپ سنگھ کے حکم سے بمبئی میں سنسکرت زبان میں شائع ہوا۔ ہندوؤں کی اس مقدس کتاب میں واضح طور پر لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اپنے وطن سے ہجرت کر کے کشمیر میں آئے کشمیر میں راجہ شالباہن اور ایک ساکا قوم کے راجہ سے آپ کی ملاقات کا حال بھی درج ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ آپ عیسیٰ مسیح کے نام کے علاوہ یوز آصف کے نام سے بھی معروف تھے۔ اس پران میں یہ بھی ذکر ہے کہ بنی اسرائیل اپنے وطن سے جلاوطن ہو کر سارے مشرق میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہندوستان میں بھی وہ آباد ہیں۔ اسی بھوشیہ پران کے ایک نسخہ میں تورات کا کچھ حصہ بھی درج ہے جو کہ آدم سے لیکر حضرت ابراہیمؑ تک کے حالات کے خلاصہ پر مشتمل ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بھوشیہ پران کے مؤلفین اسرائیلی لٹریچر سے بخوبی واقف تھے۔ اور یہ کہ ہندوستان میں زمانۂ قدیم میں تورات موجود تھی جس کے ایک حصہ کو انہوں نے سنسکرت زبان میں ترجمہ کر کے اپنی مقدس کتاب میں درج کیا۔ وہ بنی اسرائیل کی تاریخ سے بھی

لہ ریویو آف ریلیجنز جلد ۲ نمبر ۹ صفحہ ۳۴۹

واقف تھے۔ کہ وہ سارے مشرق میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ہندوستان میں بھی بسے ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے مشن فلسطین سے ان کی ہجرت، ہندوستان میں تشریف آوری اور کشمیر میں آپ کے ورود سے بھی قدیم ہندوستان کے لوگ واقف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سب باتیں انہوں نے قریبی ذرائع سے اخذ کرتے ہوئے پران میں درج کی ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں علمائے ہنود اسرائیلی اور عیسائی ذرائع سے استفادہ کو روا سمجھتے اور حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر محبت و عقیدت کے جذبات سے کیا کرتے تھے۔ یہ عظیم الشان شہادت جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں پورے طور پر دستیاب نہیں ہوئی تھی اب دنیا کے سامنے آچکی ہے یورپ کے محققین بھی اس شہادت کو نظر انداز نہیں کر سکے۔ انہوں نے بھوشیہ پران کے متعلق سنسکرت کے بعض علماء سے مزید تحقیقات کے بعد حضرت مسیح کی آمد کشمیر کے ان حوالہ جات کو شائع کیا ہے۔ جو کہ بھوشیہ پران میں درج ہیں۔

حال ہی میں یورپ کے دو بہترین محققوں نے مل کر ایک ضخیم کتاب "نذرین گوسپل" (انجیل نصاریٰ)[1] کے نام سے لکھی ہے۔ مصنفین کا نام رابرٹ گریوز اور یشوعا پوڈرا ہے۔ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی شخصیت کو روایات اور مبالغہ آرائیوں کے دبیز پردوں کے اندر سے جھانک کر دیکھا ہے۔ ایک ہزار صفحہ سے زائد کی اس کتاب میں انہوں نے ثابت کیا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام ایک انسان تھے اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر (رومیوں اور یونانیوں کی دیومالا سے متاثر ہو کر انکو الوہیت کے سنگاسن پر بٹھایا گیا۔ موجودہ عیسائی عقائد کو حضرت مسیح کے عقائد سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔) وہ صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ اتار لئے گئے۔ واقعہ صلیب کے بعد آپ مشرق میں چلے گئے۔

اس مفصل کتاب کے علاوہ مصنفین مذکور نے ایک مختصر کتاب "جیزز ان روم" (Jesus in Rome) کے نام سے ۱۹۵۷ء میں شائع کی۔ اس کتاب کے آخری باب میں خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر کی کتاب Jesus in Heaven on earth پر تبصرہ اور تنقید موجود ہے۔ بعض مفید حوالے انہوں نے قبول کئے ہیں بلکہ ان پر مزید تحقیق کی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے جو حقائق پیش کئے ہیں ان کا خلاصہ کتاب کے ٹائٹل پر بایں الفاظ درج ہے:۔

> "نذرین گوسپل کے مصنفین کی تحقیق یہ ہے کہ گو یسوع کو رومی حکومت کی طرف سے ۳۶ عیسوی میں سرکاری طور پر تو الم صلیب کر دیا گیا لیکن وہ صلیب سے بچ گئے اور غالباً مشرق میں پارتھیا کے ملک میں چلے گئے۔ اس کے بعد ۳۵ء میں آپ کو دمشق کی ایک سڑک پر پولوس رسول نے دیکھا جو کہ آپ کو گرفتار کرنے کے لئے

[1] کتاب کا مکمل نام درج ذیل ہے The Nazarene Gospel Restored By Robert Graves & Yoshua Podro.

بھیجا گیا تھا۔ تاکہ آپ کو دوبارہ صلیب دیا جائے"

" مقدس ہگنز ٹی۔ ایس سنہ [illegible] سے قبل لکھتے ہیں کہ وہ نہ صرف علم رکھتے ہیں بلکہ ان کا ایمان بھی یہی ہے کہ یسوع اسی گوشت پوست کے جسم کے ساتھ دُنیا میں اس وقت بھی زندہ موجود ہے۔ سنہ ۴۹ء کی کتاب دوازدہ قیاصرہ میں لکھا ہے کہ مسیح کو روم کے صدر دروازہ میں اگروں کے درمیان دیکھا گیا"

"بالآخر یسوع پر کیا گزری؟ مصنفین کے نزدیک یہ ایک کھُلا سوال ہے۔ گو انہوں نے اسلام اور اسلام سے قبل کے ذرائع پر تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ مسیح سنہ [illegible] میں ہندوستان میں آئے اور سری نگر میں سنہ [illegible] سے قبل مقدس توما کے ہاتھوں دفن ہوئے۔"

اس کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ "اسرارِ یورپ" کا مزاج انہی باتوں کی طرف آرہا ہے جو کاسر الصلیب نے اللہ تعالیٰ سے علم پاکر انیسویں صدی کے آخر میں پیش کیں۔

رابرٹ گریوز اور یشوعا پوڈرا نے ہندوستان کے ایک بہت بڑے سنسکرت عالم پروفیسر ڈی۔ ڈی کوسامبی کو جو کہ ٹاٹا انسٹیٹیوٹ آف فنڈامنٹل ریسرچ بمبئی میں تعینات ہیں بھوشیہ پران کے اس حوالہ پر تحقیق مزید کیلئے لکھا۔ جس میں حضرت مسیح ناصریؑ کی آمد ہندوستان کا ذکر ہے۔ پروفیسر کوسامبی نے اس کے جواب میں اس حوالہ کا ترجمہ دیکر تاریخی لحاظ سے اس پر روشنی ڈالی ہے۔ پروفیسر موصوف لکھتے ہیں کہ:۔

" بھوشیہ پران کے اس حصہ میں واضح طور پر یسوع مسیح کا ذکر ہے۔"

پھر لکھتے ہیں کہ:۔

بھوشیہ پران میں بہت سی باتیں بعد میں داخل کی گئی ہیں جن کے باعث محققین تاریخی لحاظ سے اسے بیکار کتاب سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس کے بعض حصے۔

" لازماً اُن قدیم تاریخی ذرائع سے اخذ کئے گئے جو کہ اب ناپید ہیں۔"

مشہور مؤرخ ونسنٹ اے سمتھ بھی اپنی کتاب[۱] قدیم تاریخ ہند میں لکھتے ہیں:۔

" یورپ کے موجودہ علماء پُرانوں کی قدر کو کم کرنے کی طرف زیادہ میلان رکھتے ہیں۔ لیکن غور و تحقیق سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ان میں بہت کچھ اصل اور صحیح تاریخی مواد موجود ہے۔"

بھوشیہ پران اپنی ابتدائی صورت کے لحاظ سے بہت قدیم کتاب ہے۔ بعد میں اس میں اضافے ہوتے رہے۔ یہ اضافے بھی تاریخی لحاظ سے ایک قیمتی سرمایہ ہیں کیونکہ انکے ماخذ قدیم تاریخی ذرائع ہیں۔

مسٹر پرگیٹر (Pargiter) کی رائے ہے کہ تاریخی مواد کی سنسکرت زبان میں ترتیب اندھرا خاندان کے بادشاہ یجنسری کے عہد یعنی دوسری صدی عیسوی میں شروع

[۱] قدیم تاریخ ہند (اردو) صفحہ ۱۳-۱۴

ہوئی اور یہ ترتیب ۱۸۶۰ء میں بھاوشیہ پران میں داخل
کرکے اس پر اور اضافہ کر دیا گیا۔
مسٹر پرگیٹر کی یہ تحقیق پرانوں کے ۳۵ مختلف نسخوں
کے مطالعہ پر مبنی ہے۔
بھوشیہ پران کے تاریخی مقام کے متعلق اس مختصر
وضاحت کے بعد اب ضروری حوالے درج کئے جاتے ہیں۔
۱۔ یہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ بھوشیہ پران کے ایک
نسخہ میں تورات کے صحیفہ اوّل پیدائش کا کچھ حصہ درج ہے۔
مشہور مؤرخ سر چارلس ایلیٹ اپنی کتاب "ہندوازم اینڈ
بدھ ازم" میں مسٹر پرگیٹر کے حوالے سے لکھتے ہیں:-

"One edition of Bhanishya Porana contains a summary of the book of Genesis from Adam to Abraham. Though it is a late interpetation, it shows conclusively that the editors of Puranas had no objection to borrowing from christian sources.

(P. 423)

بھوشیہ پران کے ایک نسخہ میں تورات کی کتاب
پیدائش کے اس حصّے کا خلاصہ درج ہے جس میں آدم سے
لے کر حضرت ابراہیمؑ تک کے حالات درج ہیں۔ اگرچہ
یہ ایک بعد کا اضافہ ہے لیکن اس سے قطعی طور پر یہ ظاہر
ہے کہ بھوشیہ پران کے مرتبین کے نزدیک عیسائی لٹریچر
سے استفادہ کوئی قابلِ اعتراض امر نہ تھا۔

اس کے بعد سر چارلس ایلیٹ نے کچھ مثالیں دی
ہیں کہ حضرت مسیحؑ اور کرشنا کی زندگی کے واقعات میں
بعض جگہ حیرت انگیز مماثلت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ
ہندوؤں نے حضرت مسیحؑ کی زندگی کے واقعات کو کرشن
کی طرف منسوب کر دیا۔ کیونکہ وہ عیسائی لٹریچر سے استفادہ
میں کوئی پس و پیش یا ہچکچاہٹ محسوس نہ کرتے تھے۔

۲۔ اِسی بھوشیہ پران میں حضرت موسیٰ علیہ السلام
کا بھی نام آتا ہے اور لکھا ہے کہ ان کے پیرو کار شمال
مغربی ہندوستان سمیت سارے جگت میں پھیلے ہوئے ہیں۔
لکھا ہے:-

"سرسوتی ندی کے پوتر برہم ورت کے
ماسوا سارا جگت ملیچھ اجاد یہ حضرت
موسیٰ کے پیروؤں سے بھرا پڑا ہے"

یہ ترجمہ مشہور آریہ لیکھک مہاشہ لکھشمن نے اپنے
رسالہ بھوشیہ پران کی آلوچنا میں دیا ہے۔ اس امر پر
سب محقق متفق ہیں کہ:-

"مشرقی پنجاب اور ستلج و جمنا کے درمیان
کے علاقہ کو برہماورت کہا جاتا تھا۔ اس
سے ظاہر ہے کہ شمال مغربی ہندوستان
سمیت سارے جگت میں بنی اسرائیل منتشر

تھے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ بنی اسرائیل اپنے وطن سے جلاوطن ہو کر فارس، میدیا، پارتھیا، افغانستان اور ہندوستان کے شمال مغرب میں پھیلے ہوئے تھے۔ یہ لوگ حضرت مسیح کی "کھوئی ہوئی بھیڑیں" تھیں۔ جن کی طرف آپ مبعوث ہوئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بھوشیہ پران میں حضرت مسیح کی مشرق میں آمد کا بھی ذکر ہے۔"

۴۔ حضرت مسیح ناصری کی آمد ہندوستان کے متعلق بھوشیہ پران کے باب ۲ میں دو بیانات جو کہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں الگ الگ درج ہیں۔ بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ یہ دو بیان ایک ہی واقعہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں بیانات الگ الگ واقعات سے تعلق رکھتے ہیں۔ پہلا بیان ساکا قوم کے ایک بادشاہ سے حضرت مسیح کی ملاقات پر مشتمل ہے اور دوسرے بیان میں بکرماجیت کے پوتے شالیاہن سے ملاقات اور مکالمہ کا ذکر ہے۔

یہ دونوں بیانات جو کہ رابرٹ گریوز اور رشیوعا پوڈرا کی کتاب "جیزز اِن روم" میں (صفحہ ۷۵ تا ۷۷ پر) درج ہیں حسب ذیل ہیں:-

پہلا بیان

ایک دفعہ ساکا قوم کا سردار ہمالیہ کی بلندیوں پر گیا۔ وہاں اس طاقتور بادشاہ نے ہُون دیش میں ایک بزرگ انسان کو دیکھا جو کہ سفید رنگ کا تھا۔ اور سفید لباس پہنے ہوئے تھا۔ آپ کون ہیں؟ اس نے پوچھا۔ بزرگ نے جواب دیا مجھے خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ کیونکہ میں ایک کنواری کے بطن سے پیدا ہوا۔ میں غیر قوم کے مذہب کا مبلغ ہوں۔ سچائی کا دلدادہ اور راستی پر قائم ہوں۔ یہ سن کر بادشاہ نے کہا کہ آپ کے مذہب کے اصول کیا ہیں؟ اس نے جواب دیا:-

اے عظیم بادشاہ! جب راستی معدوم ہو گئی اور غیر قوم میں تمام اخلاقی اقدار کا خاتمہ ہو گیا تو میں مسیحا (بن کر) مبعوث ہوا۔۔۔۔۔۔

اے بادشاہ اُس مذہب کے بارے میں جو میں نے غیر قوم کو پیش کیا سُنیئے! رحمدل لوگوں کے قلوب کی صفائی اور رگ و دم اور جسم کا تزکیہ کر کے میں نے ان کو مقدس کتاب کے مطابق عبادت کی طرف توجہ دلائی اور یہ تعلیم دی کہ انسان کو ازلی اور پاک خدا کی پرستش کرنی چاہیئے۔ انسان کے لئے لازم ہے کہ عدل و صداقت، قلبی اور ذہنی یکسوئی اور استغراق کامل کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی عبادت عالم بالا کے آفتاب میں ہو کر کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ سورج کی مانند قائم ہے۔ اور انجام کار ہمیشہ اپنی گناہگار مخلوقات کے جوہر کو اپنی طرف کھینچنے والا ہے۔ اس طریق

پیارے بادشاہ مسیحا نے مقامِ فنا حاصل کیا اور ایش یعنی ایشور کی مبارک مورتی جو کہ روحانی مسرّت عطا کرنے والی ہے۔ ہمیشہ ہمیش کے لئے میرے دل میں جاگزیں ہو گئی اس لئے میرا نام عیسیٰ مسیح مشہور ہو گیا۔ یہ سُن کر بادشاہ نے اس غیر قوم کے کاہن کو ہمراہ لیا اور اس نے اُسے "ملیچھوں کی بے رحم زمین" میں مکمل طور پر بسا دیا۔"

دوسرا بیان

اِس واقعہ کے بعد دوسرا بیان بایں الفاظ شروع ہوتا ہے۔

"ایک دن راجہ شالباہن ہمالیہ پہاڑ کے ایک ملک میں گیا۔ وہاں اس نے ساکا قوم کے ایک راجہ کو وین مقام پر دیکھا۔ وہ خوبصورت رنگ کا تھا اور سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ شالباہن نے اس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ میں "یوساشافت" (یوز آسف) ہوں اور عورت کے بطن سے میری پیدائش ہوئی۔ (راجہ شالباہن کے حیران ہونے پر) اس نے کہا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے۔ اور میں مذہب کو پاک و صاف کرنے کیلئے آیا ہوں۔ راجہ نے اس سے پوچھا کہ آپ کونسا مذہب رکھتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ اے راجہ جب صداقت معدوم ہو گئی اور ملیچھوں کے ملک میں (یعنی ہندوستان سے باہر کے ایک ملک میں) حدودِ شریعت قائم نہ رہے تو میں وہاں مبعوث ہوا۔ میرے کام کے ذریعہ جب گناہگاروں اور ظالموں کو تکلیف پہنچی تو ان کے ہاتھوں سے میں نے بھی تکلیفیں اٹھائیں۔ راجہ نے اس سے پھر پوچھا کہ آپ کا مذہب کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا مذہب محبت، صداقت اور تزکیۂ قلوب پر مبنی ہے اور یہی وجہ ہے کہ میرا نام عیسیٰ مسیح رکھا گیا۔"

اس کے بعد راجہ آداب و تسلیم بجالایا اور واپس ہوا۔

مندرجہ بالا دو بیانات کے متعلق اب ضروری وضاحت پیشِ خدمت ہے۔

میری تحقیق میں بھوشیہ پران کے مذکورہ دو بیان دو الگ الگ بادشاہوں کی ملاقات سے متعلق ہیں۔ پہلی ملاقات ساکا قوم کے بادشاہ سے ہمالیہ پر ہون دیش کے مقام پر ہوئی۔ دوسری ملاقات بکرماجیت کے پوتے شالباہن سے تعلق رکھتی ہے۔ مقامِ ملاقات "وین" ہے۔ جو کہ سرینگر کے قریب آج بھی وین کے نام سے موسوم ہے۔

تیسری صدی عیسوی کی کتاب "اعمالِ توما" سے ثابت ہے کہ گنڈو فارس کے عہد میں "توما" حواری ہندوستان میں وارد ہوئے۔ گنڈو فارس پہلی صدی میں ایک انڈو پارتھی بادشاہ تھا۔ جس کا دار السلطنت ٹیکسلا تھا۔ اس کتاب میں لکھا ہے کہ جب توما کی تبلیغ سے کافی لوگ اُن کے آقا کے دامن کے ساتھ وابستہ ہو گئے تو رات کے وقت جبکہ توما خوابیدہ تھے حضرت مسیح ان کے سرہانے آکر کھڑے ہو گئے

انہوں نے توما کو کہا :-

"اے توما علی الصبح اُٹھ کر ان سب کو
برکت دے اور مشرقی سڑک پر چلا جا کیونکہ
تیرے جانے سے یہاں کے لوگ میری پناہ
میں آجائیں گے [۱]"

اس ارشاد پر توما حواری جنوبی ہندوستان کی طرف چلے گئے۔

عیسائی لٹریچر میں صلیبی واقعہ کے بعد حضرت مسیح کی موجودگی کو رُوحانی یا کشفی رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تیسری صدی عیسوی کے عیسائیوں نے حضرت مسیح کی آمدِ ہندوستان کو آپ کے کشفی ظہور سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن اس واقعہ کے بین السطور میں اصل حقیقت صاف نظر آرہی ہے کہ توما کے بعد حضرت مسیح ناصری قدیم ہندوستان کے شمال مغرب میں تشریف لائے اور توما کو آپ نے جنوبی ہندوستان میں تبلیغ کے لئے بھیج دیا۔ انجیل مرقس کے ایک نسخہ میں جو کہ یونان میں کوہ ایتھاس کے راہب خانہ میں محفوظ ہے واقعۂ صلیب کے بعد لکھا ہے کہ حضرت مسیح زندہ ہو گئے۔ فلسطین میں مختلف لوگوں سے آپ کی ملاقات ہوئی اور پھر "مشرق سے آپ ظاہر ہوئے [۲]"۔ اس نسخہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح واقعۂ صلیب کے بعد مشرق میں ہجرت کر گئے تھے فلسطین کے مشرق میں اس وقت پارتھی حکومت کا دور دورہ تھا۔ گنڈوفارس جو کہ پارتھیوں کا بادشاہ تھا۔ اس کو ساکا قوم کا شہزادہ کہا گیا ہے۔ کیونکہ ساکا قوم کے لوگ پارتھیوں کے ماتحت تھے۔ "جیزز اِن روم" کے مصنفین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بھوشیہ پُران میں ساکا قوم کے راجہ سے مراد سیتھی پارتھین قوم کا آخری بادشاہ گنڈوفارس ہے (صلٹ) "اعمال توما" سے معلوم ہوتا ہے کہ گنڈوفارس بھی عیسائی ہو گیا تھا۔ توما کی تبلیغ اور بعض خارق عادت امور تبدیلیٔ مذہب کا موجب ہوتے تھے۔ بعض محققین کے نزدیک یہ مبالغہ ہے وہ عیسائی نہیں ہُوا تھا بلکہ عیسائیوں سے اسے ایک خاص لگاؤ اور روحانی تعلق ہو گیا تھا۔ توما اور اس کے آقا کی بزرگی کا وہ یقیناً قائل ہو چکا تھا۔ بالکل ممکن ہے کہ بھوشیہ پران میں جس ساکا قوم کے راجہ کا ذکر ہے کہ حضرت مسیح سے وہ ملاقی ہُوا اس سے مراد یہی گنڈوفارس ہو۔ ساکا قوم کے اس راجہ سے ملاقات کا مقام ہُون دیش بتایا گیا ہے۔ ہُن ایک مشہور قوم ہے جو کہ شمال مغربی ہندوستان پر حملہ آور ہوئی " بعد کے سنسکرت علم و ادب میں ہُون کے لفظ کا اطلاق شمال و مغرب سے آئی ہوئی کسی غیر ملکی قوم پر ہونے لگا۔" (قدیم تاریخ ہند از سمتھ صلٹ)

بنی اسرائیل جو کہ ہندوستان کے شمال مغرب میں کوہستانی علاقوں میں بسے ہوئے تھے۔ چونکہ غیر ملکی تھے اسلئے قرین قیاس ہے کہ "ہُون دیش" سے مراد یہودیوں کا علاقہ ہے ——— مہابھارت شانتی پرو میں چین اور ہُون دیش کا اکٹھا ذکر ہے۔

ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے کہ "ہون" سے مراد

---

[۱] "اعمال توما" کے لئے ملاحظہ ہو اپاکرفل نیو ٹسٹامنٹ از ایم۔ آر۔ جیمس۔

[۲] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو میرا رسالہ "انجیل مرقس کا آخری ورق"۔

یہودی ہیں (باب دہم ص۳۰) بایں صورت بھوش پُران میں ہمالیہ پر جس ہُون دیش کا ذکر ہے اُس سے مراد یہودیوں کی آبادیاں لی جاسکتی ہیں۔ اس سے مراد خطہ کشمیر بھی ہوسکتا ہے جو کہ چین سے ملحق ہے۔

بھوشیہ پُران کے حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کی دوسری ملاقات راجہ شالباہن سے ہوئی۔ جس کا زمانہ پہلی صدی عیسوی ہے۔ شالباہن کا مشہور سمت ۷۸ء سے شروع ہوتا ہے۔ یہ ملاقات سرینگر کے قریب وُین مقام پر ہوئی۔ دوسرے بیان میں حضرت مسیح کو ساکا قوم کا راجہ کہا گیا ہے۔ اعمال توما سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ گنڈوفارس نے (جو کہ ساکا قوم کا بادشاہ تھا) حضرت مسیح کو قبول کیا اور اس کی رعایا میں آپ مقبول ہوئے۔ بالکل ممکن ہے کہ اس مقبولیت کے پیشِ نظر آپ کو ساکا قوم کا راجہ کہا گیا ہو۔ ویسے ساکا کا لفظ بھی ہُن کی طرح ہندو لٹریچر میں غیر ملکی کے معنوں میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔ فارسی بادشاہ سائرس کو بھی ساکا کہا گیا ہے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو بھی ساکا کے نام سے پکارا گیا۔[۱] بنی اسرائیل چونکہ باہر سے آئے تھے اسلئے یہ بھی امکان ہے کہ ساکا قوم کے راجہ سے مراد ایک ایسی قوم کے سردار کے ہوں جو کہ باہر سے ہندوستان میں داخل ہوئی۔

بھوشیہ پران کے پہلے بیان میں لکھا ہے کہ ایک ساکا راجہ نے "ملیچھوں کی بے رحم سرزمین" میں حضرت مسیح کو بسایا اور آپ کو وہاں جائے قرار ملی۔ اس حوالہ کے سیاق و سباق میں یہ وضاحت موجود ہے کہ دریائے سندھ کے "اِس طرف آریہ آباد ہیں اور اُس پار ملیچھوں کو دھکیل دیا گیا ہے۔" اس سے ظاہر ہے کہ ساکا قوم کے ایک راجہ نے حضرت مسیح کو سندھ پار کے علاقوں میں بسایا۔ یعنی سابق صوبہ سرحد اور افغانستان وغیرہ میں۔ افغانستان میں کوہ نعمان پر شہزادہ نبی کا یادگار چبوترہ بھی اِس تحقیق کی تائید میں ایک مزید شہادت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام آیت وجیھاً فی الدنیا والاٰخرۃ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں حضرت مسیح کو بہت مقبولیت اور مرتبت حاصل ہوئی (مسیح ہندوستان میں) بھوشیہ پران کے بیانات اس کی تائید میں ہیں۔

بھوشیہ پران کے دوسرے بیان میں حضرت مسیح کا نام "یُوساشافت" آیا ہے۔ جو کہ یُوزآسف کا سنسکرت بدل ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ہندوستان میں عیسیٰ مسیح کے علاوہ یُوزآسف کے نام سے بھی موسوم تھے۔ "جیزز اِن روم" کے مصنفین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیح کا خطاب مشرقی لٹریچر میں یوزآسف آیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ نام جیہوشافت اسرائیلی بادشاہ کے نام پر رکھا گیا۔ یہ بادشاہ خدا تعالیٰ کی نظر میں راستباز تھا۔ سلاطین ۱ ۲۲/۴۱-۴۹ (ملاحظہ ہو "جیزز اِن روم" ص۳۸)

ایک قدیم کتاب "صعودِ موسیٰ" میں جو کہ پہلی صدی عیسوی کی تصنیف ہے۔ اور جس کا تعلق بحیرہ مردار کے صحائف سے ہے ایک صادق انسان کا ذکر ہے۔ جسے

---

[۱] ملاحظہ ہو ٹی۔ ایل۔ شاہ کی کتاب "قدیم ہندوستان" حصہ سوم ص۳۰۸ و ص۲۷۳

ٹیچو (Taxo) کا نام دیا گیا۔ شون فیلڈ نے یہودیوں کی ایک مخفی کوڈ کی رُو سے یہ بتایا ہے کہ یہ دراصل آسف ہے جس کے معنی اکٹھا کرنے والے کے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ اُس "ہادیٔ برحق" کا خطاب ہے جس کا ذکر بحیرۂ مردار کے صحائف میں اور کتاب صعود موسٰی میں جا بجا ہوا ہے[۱]۔ بحیرۂ مردار کے صحائف میں اِس "ہادیٔ برحق" کے متعلق لکھا ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کا فرستادہ نبی تھا۔ جو یروشلم میں مبعوث ہوا۔ یہودیوں نے اسے موت کے گھاٹ اتارنا چاہا لیکن خدا تعالےٰ نے اسے معجزانہ طور پر بچا لیا۔ اور وہ اپنے وطن سے ہجرت کر گیا۔ بعض صحیفے ایسے بھی نکل رہے ہیں جن پر عنوان ہے "یشوعا کے حمد الٰہی کے گیت"[۲]۔ یہ مقدس انسان سوائے حضرت مسیح کے اور کون ہو سکتا ہے۔ انہی کا خطاب آسف تھا۔ نہ صرف ہندوستان کے قدیم لٹریچر میں بلکہ بحیرۂ مردار کے صحائف سے تعلق رکھنے والے لٹریچر میں بھی یہ خطاب ملتا ہے۔

سپنسر لیوس اپنی کتاب Mystical life of Jesus میں بڑی تفصیل سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح یہودیوں کے فرقہ ایسینی سے وابستہ تھے۔ وہ صلیب سے بچائے گئے اور یروشلم سے ہجرت کر گئے۔ ایسینی اخوت نے آپ کا ایک مخفی نام "یوسف" رکھا ہوا تھا۔ غالباً مصنّف کو اشتباہ ہوا ہے "یوذ آسف" کو انہوں نے یوسف سمجھ لیا۔

اِن شواہد سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام واقعۂ صلیب کے بعد ہندوستان میں آئے۔ آپ یوذ آسف کے نام سے مشہور و مقبول ہوئے۔ پہلی صدی کے بعض راجے آپ سے ملاقات کرتے رہے۔ بعض آپ سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔

ہندو لٹریچر کی یہ شہادت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحقیق میں ایک قیمتی اضافہ ہے ؎

چند ضروری اعلانات

(۱) رسالہ کا چندہ اشتراک پانچ روپے پیشگی آنا چاہیئے۔ جملہ رقوم "مینیجر الفرقان ربوہ" کے پتہ پر آنی چاہئیں کسی شخص کا نام درج نہ کیا جائے۔

(۲) رسالہ کی تاریخ اشاعت ہر ماہ کی دس تاریخ ہے جس روز تمام خریدار حضرات کے نام رسالہ باقاعدہ طور پر روانہ کر دیا جاتا ہے اگر کسی دوست کو ایک ہفتہ تک رسالہ نہ ملے تو وہ اپنے ڈاکخانہ سے بھی دریافت فرمائیں اور ہمیں بھی اطلاع دیں تاکہ ہم جنرل پوسٹ ماسٹر صاحب کو توجہ دلائیں۔ تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ کے اندر اندر لکھنے والے دوست کو رسالہ دوبارہ مفت بھیجا جائیگا بعد ازاں تعمیل ارشاد مشکل ہوگی۔

(۳) جملہ خریدار اصحاب اپنے اپنے حلقۂ احباب میں مزید خریدار پیدا فرما کر ممنون فرمائیں۔

(مینیجر الفرقان ربوہ)

---

[۱] More light on the Dead Sea Scrolls By Millar — Burrows P. 210 - 211

[۲] ملاحظہ ہو ٹائمز لندن کا لٹریری سپلیمنٹ مؤرخہ ۱۴ ۳/۵۸ میں جے۔ ایل ٹیشر کا مضمون ؎

ہالینڈ میں اسلام

[مندرجہ بالا عنوان کے تحت ایک ٹریکٹ احمدیہ مسلم مشن ہیگ کی طرف سے محترم جناب حافظ قدرت اللہ صاحب انچارج ہیگ مشن نے ڈچ اور انگریزی زبان میں شائع کیا ہے۔ اس کا ترجمہ مکرم چوہدری محمد شریف صاحب خالد ایم۔ اے نے کیا ہے۔ جو پیش خدمت ہے ——————— (ایڈیٹر)]

دنیائے اسلام اور اہل ہالینڈ کے درمیان صدیوں سے گہرے روابط قائم ہیں۔ گزشتہ زمانوں میں ان روابط کی وجوہات کے متعلق ہم کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ البتہ موجودہ زمانے میں جب کہ دنیا ذرائع آمد و رفت کی ترقی اور بین الاقوامی سہولتوں کی وجہ سے (باوجود وسیع ہونے کے) تنگ ہوتی جا رہی ہے۔ دوسرے ممالک کی طرح ہالینڈ بھی قدرتی طور پر اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ مضبوط تعلقات رکھتا ہے۔

ہالینڈ اور اسلام کے درمیان تعلقات تیرھویں صدی عیسوی سے شروع ہوتے ہیں۔ اس زمانے میں الیور وان کیولن (Olinier Van Keulen) ایک بشپ اور کارڈینل تھے جو بقول پروفیسر جی۔ ایف پیجر (G. F. Pijper) پہلے مستشرق تھے۔ جنہیں اسلام میں خاص دلچسپی تھی۔ مگر اسلام کے متعلق صحیح اور جدید تحقیق اٹھارھویں صدی میں شروع ہوئی۔ اس ضمن میں ایچ ریلینڈس (H. Relandao) جو اترخت (Utrecht) یونیورسٹی کے پروفیسر تھے اور وان ڈر پام (Van der Palm) (جن کا لیکچر لیڈن (Leyden) یونیورسٹی کے ایک نئے وائس چانسلر کی تقرری (۱۷۹۹ء) کے موقع پر ہالینڈ میں اسلامیات کے میدان میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے) کے نام ہمارے ذہن میں آتے ہیں۔

انیسویں صدی کے آغاز میں بلڈرڈائک (Bilderdijk) نے اسلام میں دلچسپی کا اظہار کیا۔ اور عام روش سے ہٹ کر اسلام کے متعلق اچھے الفاظ استعمال کئے۔ اسی زمانے میں ہالینڈ اور جزائر شرق الہند جو زیادہ تر اسلامی ممالک تھے کے درمیان گہرے تعلقات کے نتیجہ میں ڈلفٹ (Delft) کی شاہی درسگاہ قائم ہوئی۔ انیسویں صدی کے دوسرے حصہ میں ڈوزی (Dozy) اسلام کے مطالعہ میں انہماک کے ساتھ لگ گیا۔ اس مشہور عالم کے بعد پروفیسر سنوک ہرگ رونج (C. Snouck Hurgronje) جن کی عظمت ایک مستشرق اور عربی دان کی حیثیت سے اب تک قائم ہے کا نام آتا ہے۔ اس عظیم عالم اور فلاسفر نے لیڈن (Leyden) یونیورسٹی کو مغرب میں اسلام کے مطالعہ کا ایک اہم مرکز بنا دیا۔ اپنے مطالعہ کے شوق کی تسکین کے لئے (سنوک ہرگ رونج (Snouck Hurgronje) نے مکہ کا سفر اختیار کیا اور پھر جزائر شرق الہند میں ایک لمبے عرصہ تک قیام پذیر رہا۔ پروفیسر

پجپر (Pijper) کے قول کے مطابق اس نے ہالینڈ والوں اور اسلامی اقوام کو ایک دوسرے کے قریب لانے کی بہت کوشش کی۔

تاریخِ عالم میں ایک اہم انقلاب

بیسویں صدی گزشتہ صدیوں کی نسبت ہالینڈ والوں کے لئے اسلام کے ساتھ زیادہ استوار تعلقات کے مواقع مہیا کرتی ہے۔ اس صدی کے نصف اول میں ایک بے مثال واقعہ رونما ہوا۔ اس سے پیشتر اہل مغرب اپنے مبلغ مشرق کی طرف عیسائیت کی تبلیغ کے لئے بھیجا کرتے تھے مگر اب بیدار اہل مشرق نے مغرب کو اسلام سے روشناس کرنے کے لئے مبلغ بھیجنے شروع کر دیئے ہیں اگرچہ یہ تبلیغی مساعی اس صدی کے آغاز میں ہی شروع ہو چکی تھیں۔ مگر دونوں عظیم جنگوں کے درمیانی عرصہ میں اقتصادی اور سیاسی حالات کی وجہ سے ان میں اتنی وسعت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد جماعت احمدیہ نے بہت سے مبلغین کو مغربی ممالک میں تعلیم کے لئے بھیجا۔ اسلامی دنیا میں صرف یہی ایک جماعت ہے جو غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ کا کام کرتی ہے۔ اور یہ اسی جماعت کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ ۱۹۴۵ء سے یورپ کے کئی ممالک میں اسلامی مرکز قائم ہو چکے ہیں۔

احمدیہ مشن ہیگ ۲۰ جولائی ۱۹۴۷ء کو قائم ہوا تھا اور جلد ہی اس کا چرچا سارے ملک میں ہونے لگا۔ طوالت سے بچنے کے لئے ہم یہاں صرف ہالینڈ کے اخبارات کے بعض اقتباسات پر اکتفا کرتے ہیں۔

ہاگ سخی پوسٹ (Haagsche Post) نے اپنی اکتیس جنوری ۱۹۴۸ء کی اشاعت میں زیر عنوان "بیدار ایشیا" لکھا:-

"چند دن ہوئے ایک احمدی مسلمان مبلغ ہمارے پاس آیا۔ یاد رہے کہ اسلام میں صرف احمدیت ہی ایک ایسی تحریک ہے جو اسلام کی تبلیغ کے لئے مبلغ بھیجتی ہے۔ اسلام کی بیداری کا ایک غیر متوقع نتیجہ پیدا ہوا ہے۔ جنگ سے پہلے اور اب بھی نوآبادیاں پیدا کرنے والے ممالک کی طرف سے مشنری چین، جاپان، ہندوستان اور جزائر شرق الہند کو بھجوائے جاتے تھے تا کہ عیسائیت کو پھیلایا جائے۔ مگر اب مسلمان مبلغین یورپ میں لوگوں کو مسلمان بنانے کے لئے آ رہے ہیں۔ ان مبلغین کے خیال کے مطابق عالمی امن صرف اس صورت میں قائم ہو سکتا ہے جبکہ سیاسی مساوات کے ساتھ ساتھ مذہبی مساوات کو بھی تسلیم کر لیا جائے۔"

ہاگ سخی داگ بلاڈ (Haagsche Dagblad) نے ۱۱ر فروری ۱۹۵۷ء کی اشاعت میں تحریک احمدیت کے تبلیغی کاموں کا جائزہ لیتے ہوئے "احمدیت تعاون کی خواہاں ہے" کے عنوان کے ماتحت لکھا کہ:-

"مسٹر حافظ ہالینڈ کے مبلغ احمدیت کا کہنا ہے کہ ہمارا نصب العین انبیاء کو ماننے والوں کے درمیان اتحاد اور تعاون

پیدا کرتا ہے۔

ایک اور اخبار ڈی ایمرس فورٹ شی کورنٹ (De Amerfoortsche Courant) نے زیر عنوان "احمدیت کی تحریک کی سرگرمیاں" لکھا کہ:-

"امن اور رواداری احمدیت کی دو نمایاں خصوصیتیں ہیں۔ اور ان کے نزدیک جہاد کا مطلب روحانی ارتقاء حاصل کرنے کے لئے جد و جہد ہے۔ یہ جماعت اپنے تبلیغی مراکز نہ صرف ہندوستان اور دیگر ایشیائی ممالک میں قائم کر رہی ہے بلکہ افریقہ، یورپ اور امریکہ میں بھی مراکز کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے۔ اس جماعت کے اراکین چندوں سے تمام کام چلاتے ہیں اور وہ اچھے تعلیم یافتہ مہذب اور خوشحال مسلمان ہیں۔"

ہالینڈ والوں کی اسلام اور احمدیت میں دلچسپی کئی بیانات سے جو اخبارات میں چھپتے رہے ہیں ظاہر ہے۔ اور یہ دلچسپی دن بدن بڑھ رہی ہے۔

بعض عیسائی حلقوں سے بعض انوکھی باتیں سننے میں آتی رہی ہیں۔ مثال کے طور پر تموتیس (Timotheus) میں ایک مضمون بدیں عنوان چھپا کہ "کیا ہلال ہالینڈ پر نکلیگا؟" اس میں لکھا کہ:-

"..... ہم مسٹر حافظ (قدرت اللہ صاحب) پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم اس کے یہاں آنے کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ اور اسے یہ امید نہیں رکھنی چاہیئے کہ ہالینڈ کے عیسائی اس کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئیں گے۔"

ہم یہ خیال نہیں کرتے کہ تموتیس (Timotheus) ہالینڈ والوں کی نمائندگی کر رہا ہے۔ کیونکہ چند ہی سالوں میں ہمارے مشن نے سارے ملک کی ہمدردی اور توجہ اپنی طرف کھینچ لی ہے۔ اور اس اثناء میں بہت سی کتب شائع ہوئی ہیں۔ اور ۱۹۵۵ء میں قرآن پاک کا ترجمہ بھی شائع کر دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ قرآن پاک کے انگریزی اور جرمن زبان میں تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں۔ اور مؤخر الذکر زبان میں تو دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے۔

ہالینڈ میں پہلی مسجد

لوگوں کی اسلام میں بڑھتی ہوئی دلچسپی کے پیش نظر محسوس کیا گیا کہ ہالینڈ کے مسلمانوں کے لئے ایک مسجد بنائی جائے۔ یہ مسجد ۱۹۵۵ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی (الحمد للہ) مسجد کی افتتاحی تقریب ہالینڈ والوں اور مسلمانوں کے درمیان تعلقات کی تاریخ میں ایک نہایت ہی اہم واقعہ ہے۔ اور اس تقریب کی پریس اور ریڈیو کے ذریعہ خوب نشر و اشاعت ہوئی۔

نیو ہیگ شی کورنٹ (Nieuwe Haagsche Courant) نے افتتاحی تقریب کے کئی سال بعد یوں اظہار خیال کیا:-

"اسلامی عبادت کی یہ تصویر کراچی، قاہرہ یا بغداد کے شہروں کی نہیں۔ یہ

مسجد ہیگ میں ہے اور یہ فوٹو اس کے افتتاح کے وقت کی ہے "

مصنف نے مزید بیان کیا کہ مسلمانوں نے سپین کے رستہ سے یورپ کے ممالک میں آٹھویں اور پندرھویں صدی میں نفوذ حاصل کیا تھا۔ لیکن یہ نفوذ سیاسی قسم کا تھا۔ موجودہ زمانے میں مسلمانوں نے چور دروازہ سے نفوذ حاصل کرنا شروع کیا ہے اور ان کے مقابلہ میں افواج نہیں بلکہ مغربی دل کا خلاء ہے جو عیسائیت سے مغلوب نہیں ہوا۔ مسجد تبادلہ خیالات کے لئے ایک مرکز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور یہ اسلامی معاشرہ اور اسلامی تہذیب کی علمبردار ہے

بہت سے زائرین مسجد کو دیکھنے کے لئے آتے رہتے ہیں۔ ان زائرین میں چیدہ چیدہ ہستیاں جن کے نام یہ ہیں شامل ہیں۔ شہزادہ فہد الفیصل میئر آف ریاض (سعودی عرب) الحاج ابوبکر اور الحاج ڈی۔ ایس بزو (نائیجیریا کے وزراء) مؤخر الذکر نے واپسی پر ایک خط میں لکھا کہ "مجھے میں جولائی ۱۹۵۹ء کی شام اچھی طرح یاد ہے جب کہ میں نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ یہ میرے سفر یورپ کا بہت ہی خوشگوار لمحہ ہے "

مسجد کے زائرین کے سلسلہ میں ہم احمدیہ جماعت کے امام (ایدہ اللہ تعالےٰ) کی تشریف آوری کو نہیں بھول سکتے۔ آپ ۱۹۵۵ء میں تشریف لائے تھے۔ جب لائبیریا کے پریذیڈنٹ ٹب مین ہالینڈ آئے تو مسجد کے امام نے انہیں قرآن کریم پیش کیا اور پریذیڈنٹ موصوف نے اپنی تقریر میں تحریک احمدیت کی کوششوں کو سراہا۔

مشن کی کوششوں کے نتیجہ میں پروفیسر ڈاکٹر ڈروس ربوہ (مرکز جماعت) کو دیکھنے کے لئے گئے اور واپسی پر مسجد میں ایک تقریر کے دوران اپنے تاثرات بیان کئے۔ اس سے چند سال قبل پروفیسر کریمر قادیان کی سیاحت کے لئے گئے اور واپسی پر اپنے تاثرات رسالہ 'مسلم ورلڈ' میں یوں بیان کئے :-

" اسلام کے موجودہ دور میں احمدیت ایک استثنائی رنگ رکھتی ہے۔ اس گروہ کے اراکین اسلام کی تعلیمات پر زور دیتے ہیں۔ اور سیاسیات سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔ صرف ایک بات ہر وقت ان کے مدنظر رہتی ہے کہ کس طرح اور کہاں کہاں اپنے پیغام کو پہنچائیں۔ وہ اسلام کو علاقائی حیثیت میں پیش نہیں کرتے۔ بلکہ اسے ایک عالمگیر سچائی کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ گروہ اسلام میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ اور یہی ایک گروہ ہے جس کے مقاصد تبلیغی اور اصلاحی ہیں۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے یہ لوگ ایثار، سرگرمی اور قربانی کی روح رکھتے ہیں۔ اس جماعت کے بانی مرزا غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) یقیناً بڑی شخصیت کے مالک ہوں گے۔ جب میں قادیان گیا تو اسلام

کے لئے ان لوگوں کے جوش اور سرگرمی سے بہت متاثر ہوا ہے" (مسلم ورلڈ)

ہمارے مشاغل

۱۔ ۱۹۵۴ء میں مسجد کے لئے زمین کا ایک قطعہ خریدا گیا۔

۲۔ ۱۹۵۵ء میں مسجد کی تعمیر شروع ہو کر اسی سال مکمل ہوئی۔ بنیاد رکھنے اور افتتاح کرنے کی دونوں تقاریب سر محمد ظفراللہ خان صاحب وائس پریذیڈنٹ عالمی عدالت نے سرانجام دیں۔

۳۔ ڈچ، جرمن اور انگریزی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کئے گئے۔

۴۔ اسلامی لٹریچر ایک لاکھ سے زائد کاپی کی صورت میں شائع کیا گیا۔

۵۔ مسجد میں بہت سے اجلاس منعقد کئے گئے۔

۶۔ سارے ملک ہالینڈ میں مبلّغین نے بے شمار لیکچر دیئے۔

۷۔ اسلام کے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا۔

یہ خیال کہ اسلام صرف مشرقی اقوام کے لئے ہے دن بدن کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ اور اب اس بات کو تسلیم نہیں کیا جاتا کہ مسلمان ہو کر حضرت عیسیٰ کی نبوت سے منکر ہونا پڑتا ہے۔

ڈاکٹر کے۔ ایچ۔ ای ڈی یونگ اپنی کتاب وٹ اِز اسلام (What is Islam) کے دیباچے میں کہتا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ ایک مسلمان جبر سے اسلام پھیلاتا ہے۔ وہ مزید کہتا ہے کہ احمدیہ جماعت کی کوششوں سے اسلام کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں دور ہو گئی ہیں۔

ہم خدا تعالیٰ کے بڑے شکرگزار ہیں کہ محض اس کی تائید و نصرت سے ہمیں کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔ اور ہم آئندہ بھی اسی کی نصرت اور فضل پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہو۔ (آمین)

پیغمبرِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بدأ الاسلام غریباً وسیعود کما بدأ فطوبیٰ للغرباء (مشکوٰۃ) کہ اسلام کا آغاز کمزوری اور غریب الوطنی سے ہوا تھا۔ ایک وقت آئیگا کہ اسلام پھر کمزور ہو جائیگا۔ اسوقت جو لوگ اسلام کی اشاعت کیلئے اپنے وطنوں سے دور اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں سے جدا ہو کر دوسرے ممالک میں جا کر اسلام کا نام بلند کریں گے وہ بہت ہی مبارکباد کے مستحق ہونگے۔ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی ہے اور اسوقت اسلام پر انتہائی کمزوری کا دور آگیا ہے کیا ہی خوش قسمت وہ افراد ہیں جن کو بیرونی ممالک میں جا کر اسلام کی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ جماعت احمدیہ تو ساری ہی اس ثواب میں شریک ہے۔ کیا دوسرے مسلمان فرقوں کیلئے اس طرف توجہ کرنے کا وقت نہیں آیا؟

(ابوالعطاء)

سیّد عطاء اللہ صاحب بُخاری سے ایک مُلاقات

(از جناب مولوی غلام باری صاحب سیف مولوی فاضل)

۱۴ر جولائی ۱۹۵۵ء کی ایک شام محلہ فرید آباد ملتان میں ہم اپنے دوست منظور احمد صاحب کے ساتھ کھڑے تھے۔ باتوں باتوں میں منظور احمد صاحب نے کہا یہی وہ محلہ ہے جہاں عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رہتے ہیں۔ جونہی منظور احمد صاحب نے یہ کہا فوراً ہم نے کہا۔ پھر ان سے ملاقات کرائیے۔ بمشکل یہ فقرہ پورا کیا ہوگا کہ منظور احمد صاحب نے اشارہ کیا وہ جا رہے ہیں بخاری صاحب!

کپڑے کی ٹوپی پہنے۔ ململ کا کُرتہ زیب تن کئے۔ دھوتی باندھے۔ سوٹی کو ٹیکتے ہوئے۔ ساتھی کے کندھے پہ ہاتھ رکھے۔ موٹے شیشے کی عینک لگائے خراماں خراماں ایک سفید ریش مولوی صاحب چلے جا رہے تھے۔ ہم تینوں ملک حبیب الرحمٰن صاحب، منظور احمد صاحب اور راقم الحروف آگے بڑھے۔

"السلام علیکم"

شاہ صاحب نے جواب میں وعلیکم السلام کہا۔ منظور احمد صاحب نے تعارف کرایا۔ میں نے مزاج پرسی کی "شاہ صاحب! کیا حال ہے؟"

شاہ صاحب موٹے شیشے کی عینک میں سے دیکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ شاہ صاحب کے متعلق جو کچھ سنا ہُوا تھا اب اس کے صرف آثار ہی تھے۔

شاہ صاحب نے جواب دیا "اچھا ہے۔ جیسا شام غریباں میں بھوتوں کا ہونا چاہیئے" اور اس فقرے کے ساتھ سر کو خاص انداز میں داد کے لئے جنبش دی اور رخصت ہو گئے۔ یہ تو سر راہے ملاقات تھی۔

میں نے منظور احمد صاحب سے کہا۔ بھئی شاہ صاحب سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ آپ وقت لیں اور کل پانچ بجے کا وقت مناسب ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے ایک دوست کے ذریعہ وقت لیا اور ہم اگلے دن چوہدری عبدالحفیظ صاحب وکیل کے ہمراہ پانچ بجے شاہ صاحب کے دولت کدہ پر حاضر ہو گئے۔

پیچ در پیچ گلیوں سے ہوتے ہوئے ایک مکان کے سامنے منظور صاحب نے ہمیں لا کھڑا کیا۔ ہم بیٹھک میں داخل ہوئے۔ ایک چھوٹا لڑکا اور ایک دیہاتی دوست چٹائی پر بیٹھے تھے۔ اور آج دیکھا کہ فی الحقیقت یہاں شام غریباں کا

نقشہ تھا۔ ایک طرف میلی چٹائی، دوسری طرف ایک چارپائی۔ ایک کونہ میں مٹکا اور اس کے پاس میلی سی بالٹی۔ چٹائی پر ایک میلا کچیلا گاؤ تکیہ۔ ہم بھی چٹائی پر بیٹھ گئے۔ شاہ صاحب کی اندرون خانہ سے آواز آرہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد شاہ صاحب تشریف لے آئے۔ سلیک علیک کے بعد تعارف ہوا تو فرمانے لگے ”کل ملاقات ہو جو گئی تھی“۔ عرض کیا وہ تو سیر راہے تھی۔ آپ سے کچھ باتیں کرنے کی خواہش تھی۔ شاہ صاحب گویا ہوئے ”مجھے کیا ملنا ہے بھائی ——— مجھے کیا ملنا ہے“ اور یہ کہنے کے ساتھ ہی اپنی بیماری کا قصہ شروع کر دیا ——— ”فلاں تاریخ تھی، فلاں وقت تھا۔ مجھ پر اس طرح فالج کا حملہ ہوا۔“ اور یہ حصہ بھی خاصہ دلچسپ تھا خصوصاً اس کا وہ حصہ جب اُسی دن محمد علی جالندھری آئے اور شاہ صاحب نے انہیں یہ المناک خبر سُنائی کہ محمد علی مجھے فالج ہو گیا ہے۔ یہ قصہ بھی شاہ صاحب کی زبانی سُنیئے۔

شاہ صاحب فرمانے لگے۔ عشاء کی نماز کے لئے میں وضو کرنے لگا۔ ہاتھوں پر پانی ڈالا، ہاتھوں کو ملوں تو ہاتھ گرفت نہ کریں۔ دائیں ہاتھ پر پانی ڈالا تو ہاتھ بیگانہ بیگانہ معلوم ہوا۔ بائیں ہاتھ پر ڈالا تو ٹھیک اور اپنا معلوم ہوا۔ منہ میں کُلی کے لئے پانی ڈالا تو مُنہ کے دونوں طرف سے پانی بہہ گیا کہ مُنہ کی بھی گرفت نہ تھی۔ خیر میں نے وضو کیا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا تو پاؤں لڑکھڑا گئے۔ گرا ہی چاہتا تھا کہ سنبھلا اور پھر نماز پڑھنی شروع کی۔ یہ مسئلہ ہی ذہن سے نکل گیا کہ بیٹھ کر بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ خیر نماز سے فارغ ہوا تو شدید بھوک محسوس کی۔ دو دن سے میں نے داڑھ کی درد کی وجہ سے کچھ کھایا نہ تھا۔ اندرون خانہ گیا۔ بیوی سے کہا۔ بیوی! مجھے فالج ہو گیا ہے۔ بیوی نے کہا ہائیں۔ بیٹی سے کہا بٹیا! مجھے فالج ہو گیا ہے۔ بٹیا نے کہا ہائیں۔ میں نے کہا کچھ کھانے کو ہے؟ گھر والوں نے کہا آپ چونکہ کئی دن سے کھانا نہ کھاتے تھے اسلئے ہم نے آپ کے لئے کھانا تیار نہیں کیا۔ بیٹی نے کہا۔ ہاں ابا کچھ ٹھنڈی کھچڑی ہے۔ چنانچہ بیٹی تام چینی کی تھالی میں کھچڑی ڈال کر لے آئی۔ میں نے کہا بٹیا کوئی سالن ہے؟ بیٹی نے کہا ابا شلجم کا ٹھنڈا سالن موجود ہے۔ میں نے کہا لاؤ۔ چنانچہ کھچڑی پر سالن ڈال کر مُنہ اوپر کر کے چمچے سے اُس میں کھچڑی ڈالنی شروع کی۔ کیونکہ مُنہ گرفت نہ کرتا تھا۔ اور اس طرح دو تھالیاں کھچڑی کی کھائیں اور ٹھنڈا پانی پی کر بیٹھک میں آگیا۔ ابھی آکر بیٹھا ہی تھا کہ مولوی محمد علی صاحب جالندھری ایک دوست کے ہمراہ تشریف لائے۔ میں نے کہا محمد علی مجھے فالج ہو گیا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا ہائیں! اور پھر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور تھوڑی ہی دیر میں خراٹے لینے لگے۔ دوسرے دوست کو میں نے کہا مجھے ذرا دبا دو۔ چنانچہ اس نے خوب دل سے دبایا حتّٰی کہ مجھے پسینہ آگیا۔ میں نے اوپر کپڑا اوڑھ لیا۔ اور سونے کی تیاری کر لی۔ محمد علی کو جگا دیا کہ اب وہ جائیں کافی رات ہو گئی ہے۔

اللہ اللہ ”امیر شریعت“ کی زبان سے ان کا قدیم رفیق اور مرید باصفا یہ خبر سُنے کہ انہیں فالج ہو گیا ہے اور دیوار سے ٹیک لگا کر سو جائے عقیدت کا کتنا شاندار مظاہرہ تھا۔

اب میں نے بات کا رُخ بدلنے کی کوشش کی اور

عرض کیا۔ شاہ صاحب! آپ نے ایک لمبا عرصہ جماعت احمدیہ کی مخالفت کی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ابھی میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ شاہ صاحب نے فوراً فقرہ کو قطع کیا اور فرمایا "نہیں بھائی۔ نہیں نہیں۔ ایمان اور اعتقاد کا معاملہ تھا کسی کی مخالفت نہ تھی" میں نے عرض کیا تو اب شاہ صاحب آپ کے تاثرات کیا ہیں؟ کہنے لگے تاثرات؟ "بھائی تمہیں کام کرنا آتا ہے ہمیں کام کرنا نہیں آتا"

ایک ایسے شخص کے منہ سے یہ سن کر جس نے اپنی ساری طاقت احمدیت کو مٹانے کے لئے صرف کر دی تھی دل کی عجیب کیفیت تھی اور ذہن نے اس فقرہ کا تجزیہ کرنا شروع کر دیا۔ کہ ایک مذہبی جماعت کے لیڈر کا اپنی ناکامی کے متعلق نتیجۂ فکر یہ ہے کہ اُسے کام کرنا نہیں آتا۔ کیا اُسے انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر میسر نہ تھا؟ کیا اُسے اچھے ذہن اور کام کرنے والے کارکن میسر نہ تھے؟ اور پھر اس نے کب محسوس کیا؟ کیا اس کا دھیان کامیابی یا ناکامی کے وقت خدا تعالیٰ کی طرف منتقل نہ ہوا؟ کیا اس نے اُس بارگاہِ ایزدی سے کبھی استمداد نہ کی تھی؟ کیا اس نے یہ مشاہدہ نہ کیا تھا کہ اس کے مقابل ایک حقیر سی جماعت کی ہر لحظہ غیبی امداد ہوتی ہے؟ اور یہ فقرہ کہ "بھائی تمہیں کام کرنا آتا ہے ہمیں کام کرنا نہیں آتا" شاہ صاحب نے دو بار دورانِ گفتگو میں دُہرایا۔

میں نے پھر دوسرا سوال کیا۔ شاہ صاحب آپ کی کوئی تصنیف؟ شاہ صاحب نے فرمایا "بھائی آپ نے مجھے پہچانا ہی نہیں" (پہچانا تو تھا اسی لئے تو یہ سوال کیا تھا) میں نے کہا۔ شاہ صاحب آپ کی تقاریر کو ہی محفوظ کیا ہوتا۔ تقاریر کا کوئی مجموعہ ہی شائع ہوا ہوتا؟۔ شاہ صاحب نے فوراً کہا "بھائی آپ کی جماعت کے پاس الفضل میں ضرور محفوظ ہو گا" میں نے عرض کی کہ شاہ صاحب! جب تک جماعت احمدیہ قائم ہے آپ کے "ارشادات" بھی محفوظ رہیں گے۔ اور ہاں شاہ صاحب ۱۹۳۵ء اور ۱۹۳۶ء کی اُن معرکۃ الآراء تقاریر میں آپ نے بعض پیشگوئیاں کی تھیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا "نہیں نہیں بھائی میں نے کوئی پیشگوئی نہیں کی" حالانکہ اگر آج شاہ صاحب خود اُن تقاریر کو پڑھیں تو تعجب فرمائیں کہ کیا واقعی میں نے ایسا کہا تھا۔ کیونکہ جو کہا تھا آج ان کی آنکھ اس کا حشر دیکھ رہی تھی۔

اور پھر ایک اور موضوع پر تبادلۂ خیالات کے دوران کہنے لگے۔ "آج تمام ہند و پاکستان میں آپ کی جماعت سے زیادہ مضبوط جماعت اور کوئی نہیں"

سبحان اللہ! یہ فقرہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی زبان سے نکلوایا تھا جس کی آمد کے موقعہ پر آریہ سکول قادیان کے میدان میں شاعر نے ایک پنجابی نظم پڑھی تھی جس کا ایک شعر یہ تھا ؎

جیہڑی عمارت کھڑی اے ریت اُتے
اوہنوں کرن لئی مسمار ایہہ معمار آئے

لیکن وہ بھول گئے تھے اُس دن کو اور اب یاد آ رہا ہو گا اور احقر نے تو کہہ ہی دیا۔ شاہ صاحب! تعمیر کا مقابلہ تخریب نہیں تعمیر ہے۔

میں نے پھر عرض کیا۔ شاہ صاحب! اب آئندہ

کے لئے اپنے رفقاء کار کو نصیحت فرمادیں کہ ع

من نکردم شما حذر بکنید

ہنسنے لگے۔ کیا مطلب؟ میں نے عرض کیا وہ جو تشدد کی تلقین ہوتی تھی۔ شیخ یہ ہاتھ میں کلہاڑی لے کر نعرہ لگا بناکر کیا جاتا تھا "واقتلوھم حیث ثقفتموھم" فرمانے لگے۔ کسی غیر ذمہ دار نے یہ کہا ہوگا۔ عرض کی گئی کہ ایک فہرست شائع ہونی چاہیئے تھی ذمہ داروں کی اور غیر ذمہ داروں کی۔

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک عورت ایک چھوٹا سا بچہ اٹھائے آئی اور عرض کیا۔ شاہ صاحب دم کر دیجئے بچہ بڑا "اڑی" کرتا ہے۔ شاہ صاحب نے جواب دیا اڑی تو آج سارے ہی کرتے ہیں۔ عورت نے پھر درخواست کی۔ شاہ صاحب بڑی ضد کرتا ہے۔ ماں کا دودھ نہیں پیتا۔ شاہ صاحب نے کہا۔ پھر تو کوئی بڑا افسر بنے گا۔ پھر ہماری طرف مخاطب ہوئے اور یوں گویا ہوئے "دیکھو خود بیمار دیگراں را علاج" اور زیر لب کچھ پڑھا اور بچے کے جسم پر پھونک مار دی۔

گفتگو کے سلسلہ کو جاری کرتے ہوئے میں نے عرض کی۔ شاہ صاحب! یہ مکان آپ کا اپنا ہے؟ کہنے لگے۔ "نہیں بھائی کرایہ دیتا ہوں"

میں نے کہا۔ شاہ صاحب! کوئی مکان الاٹ کیوں نہیں کروایا۔ کیا آپ کا کوئی کلیم نہیں ہے؟

"ہے بھائی بہت سا ہے ـــ ہزاروں کا ہے۔ محفوظ ہے۔ روسی نوٹ کی طرح دیکھ لیتا ہوں"

انگریز کے چلے جانے کا ذکر آیا تو کہنے لگے۔ "کہاں گیا ہے۔ کون کہتا ہے گیا ہے۔ اب امریکہ جو ہے چچا سام" میں نے طرح دی کہ شاہ صاحب چچا نہیں تایا ٹھہرا۔ بڑا بھائی ہے۔

"ہاں ہاں بھائی ترمیم منظور کرتا ہوں" اور پھر یوں گویا ہوئے "کہاں گئے انگریز۔ تمہاری جماعت جو موجود ہے۔ انگریز کہاں گیا"

میں نے عرض کی شاہ صاحب! پھر قرآن مجید کی اس آیت کا کیا مفہوم بنے گا۔ ولو تقول علینا بعض الاقاویل۔ لاخذنا منہ بالیمین۔ ثم لقطعنا منہ الوتین۔ فما منکم من احد عنہ حاجزین۔ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر کوئی ہم پر افترا کرے تو ہمارے عذاب سے اُسے کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔ شاہ صاحب نے فرمایا پھر انگریز سب سے سچے ہوئے۔ میں نے عرض کی شاہ صاحب! انگریز نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ خدا کے فرستادہ ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ یہ تو بھئی دوسری بات ہے۔

اب شاہ صاحب یہ چاہتے تھے کہ یہ سلسلہ گفتگو ختم کیا جائے۔ چنانچہ ان کی خواہش کے پیش نظر ہم نے اجازت چاہی اور سلام علیک کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے۔ ✦

بقایا دار اصحاب

اپنے ذمہ کے بقایاجات جلد از جلد ادا فرماکر ادارہ سے تعاون فرمائیں۔ (مینجر الفرقان)

ہُوَالموجُود

جناب مبشر احمد صاحب راجیکی

رہِ حیات سے گزرے ہیں یوں بھی اہلِ شہود
قدم قدم پہ دُعائیں قدم قدم پہ سجود

خدا سے مانگ، اگر شوق ہے ولایت کا
گلیم فقر سے پہلے جبینِ خاک آلود

طلسم خانۂ مغرب میں کھو گئی دُنیا
نہ اب وہ عشقِ محمدؐ نہ اب وہ ذوقِ درُود

دلیلِ ہستیٔ یزداں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ مہر و مہ یہ ستارے یہ آسمانِ کبود

کچھ اس پیار سے رکھا رہِ وفا میں قدم
لپٹ گئی میرے دامن سے منزلِ مقصود

کہاں کہاں نہ ملے ہم کو عاشقانِ ازل
کہاں کہاں نہ چھڑا نغمۂ ہُوَالموجُود

نہ دے تو اُس کی عنایت جو دے تو اُس کا کرم
بشرطِ خلد نہیں طاعتِ خدائے ودُود

ہزار جانِ مبشرؔ فدائے آنکس باد
کہ قفلِ رازِ دو عالم بیک کرشمہ کشود

پاکستان میں تبلیغ بہائیت اور مسلمانوں کا فرض

لائل پور کے اخبار "المنبر" نے "پاکستان میں بہائیوں کی سرگرمیوں کا نیا دور" کے جلی عنوان سے لکھا ہے کہ:-

"پاکستان میں بہائیوں کی سرگرمیوں نے تشویش انگیز صورت اختیار کر لی ہے۔ اسکی بڑی وجوہ دو ہیں۔ ایک تو یہ کہ بہائیت کا بنیادی فلسفہ اور عقائد اسلام کی نفی کرتے ہیں۔ بہائیوں کے نزدیک حضور ختم المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا عہد ختم ہو چکا ہے اور اب نجات کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ بہاء اللہ کو رسول تسلیم کیا جائے۔ اس کے علاوہ بہائیوں کا ایمان یہ ہے کہ "حضرت بہا" کی ایک شان یہ بھی تھی کہ وہ خود خدا تھے اور باقی تمام انسان ان کے سامنے بندے اور غلام کی حیثیت رکھتے تھے۔

یہ عقاید بجائے خود مسلمانوں کے لئے تشویش و اضطراب کا باعث ہیں۔ اور جوں جوں ان کی عام اشاعت ہو رہی ہے راسخ العقیدہ مسلمان بجا طور پر یہ محسوس کر رہے ہیں کہ ان کے دینی جذبات کو مجروح کیا جا رہا ہے۔

علاوہ بریں یہ پہلو بھی بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے کہ پاکستان کی بنیادی آئیڈیالوجی اور اس مملکت کی سالمیت کا راز اسلام ہے اور اسلام کی دو بنیادی چیزیں توحید اور رسالت ایسی ہیں جن میں اگر خلل پیدا کیا جائے تو پاکستان کی سالمیت اور اس کا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے۔

ایک بڑی وجہ تشویش کی یہ بھی ہے کہ بہائیوں نے نئی منصوبہ بندی کے تحت کالج کے نوجوانوں کو اپنا ہدف بنا لیا ہے۔ چنانچہ پچھلے دنوں لائل پور میں بہائی تبلیغی کانفرنس منعقد ہوئی تو کالجیٹ نوجوانوں کی بڑی تعداد کو اس میں شرکت کے لئے آمادہ کیا گیا۔"

(المنبر لائل پور ۶ر مئی ۱۹۶۶ء)

یہ بات خوشکن ہے کہ مسلمانوں کا مذہبی تعلیم یافتہ طبقہ بہائیت کے فتنہ کا احساس رکھتا ہے اور وہ بھی اب یہ سمجھنے لگے ہیں کہ بہاء اللہ کا دعویٰ الوہیت کا تھا۔ ظاہر ہے کہ جب بہائی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان معنوں میں خاتم النبیین مانتے ہیں کہ آپؐ نے سلسلۂ نبوّت کو بند کر دیا ہے تو وہ بہاء اللہ کو نبی یا رسول ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ مولوی محفوظ الحق علمی بہائی رسالہ کے ایڈیٹر لکھ چکے ہیں کہ:-

"اہل بہاء دَورِ نبوّت کو ختم جانتے ہیں
اُمّتِ محمّدیہ میں بھی نبوّت جاری نہیں سمجھتے۔
ہاں خدا کی قدرت کو ختم نہیں جانتے اسلئے
خدا کی قدرت کے نئے ظہور کو تسلیم کرتے ہیں"

جو نبوت سے الگ ایک نئی شان رکھتا ہے اور یہ دور نبوت کے ختم ہونے کا کھلا اعلان ہے۔ اسی لئے اہل بہاء نے کبھی نہیں کہا کہ نبوت ختم نہیں ہوئی اور موعود کل ادیان نبی یا رسول ہے بلکہ اس کا ظہور مستقل خدائی ظہور ہے۔"

(کوکب ہند ۴ جون ۱۹۲۸ء)

جب یہ طے ہو گیا کہ بہائی لوگ بہاء اللہ کو خدا مانتے ہیں اور قرآنی شریعت کو منسوخ قرار دیتے ہیں تو اب دلیل و برہان کے رو سے ان پر اتمام حجت بہت آسان بات ہے۔ ہمارے نزدیک اگر جملہ مسلمان فرقے جو اللہ تعالیٰ کو واحد لاشریک جانتے ہیں اور قرآن مجید کو ہمیشہ کیلئے محفوظ، عالمگیر اور کامل شریعت یقین کرتے ہیں بہائیت کے فتنہ کو دلیل و برہان سے مٹانے کے لئے متحد ہو جائیں تو بہت جلد وہ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا کا نظارہ دیکھ سکتے ہیں۔ اہل حق کو بہائیوں کی سرگرمیوں سے پریشان ہونے کی قطعاً کوئی وجہ نہیں۔ یہ لوگ صرف ناواقفوں میں وسوسہ اندازی کر سکتے ہیں ورنہ وہ قوم جسے آج تک اپنی مزعومہ شریعت کو طبع کر کے شائع کرنے کی بھی توفیق نہیں مل سکی وہ قرآن مجید کا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

یہ بیان تحدیث بالنعمۃ کے طور پر ہے کہ ہم نے بہائیوں کی مخفی شریعت کو بیس سال سے شائع کر رکھا ہے اور ان کی تاریخ اور عقائد کا تحقیقی جائزہ لے کر کتابیں شائع کی ہیں مگر بہائیوں کو آج تک ہماری کتابوں کا جواب لکھنے کی بھی توفیق نہیں ملی۔

گزشتہ دنوں سیالکوٹ میں بہائیوں کو بنیادی اختلافی مسائل پر پُرامن تحریری مناظرہ کا چیلنج دیا گیا مگر انہیں مقابلہ کی جرأت نہ ہو سکی۔

موجودہ وقت میں ضرورت ہے کہ مسلمان صحیح اسلامی عقائد کے علم کے ساتھ ساتھ بہائیت کے متعلق بھی مستند معلومات حاصل کریں۔ وما علینا الا البلاغ المبین +

رسالہ مصباح کا ایک عمدہ مضمون

جناب سلیم برادر صاحب نوشہرہ چھاؤنی سے لکھتے ہیں:-

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ایک آنریری مربی سلسلہ عالیہ نے رسالہ مصباح ماہ اپریل ۱۹۶۱ء کا ایک مضمون بعنوان "حضرت رسول کریمؐ کی ایک محبت بھری مجلس" پڑھ کر سنایا۔ جسے احباب نے بڑا پسند کیا ہے۔ براہ مہربانی یہ رسالہ الفرقان میں بھی شائع کریں۔

والسلام

سلیم برادر

نوشہرہ چھاؤنی

تبصرہ جات

نئی کتابیں

(ہمارے تبصرہ نگار کے قلم سے)

نوٹ:- تبصرہ کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے چاہئیں ——!

۱- تربیتی مضامین

زیرِ نظر کتاب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کی مختلف تحریروں کا مجموعہ ہے۔ یہ تحریریں حضرت میاں صاحب مدظلہ العالی نے مختلف موقعوں پر لکھی ہیں۔ ساری کتاب میں تقریباً ۴۲ کے قریب مضامین اور اقتباسات درج کئے گئے ہیں۔ جن میں سے بعض مسائل کے بارے میں ہیں اور بعض دیگر واقعات سے متعلق ہیں۔

حضرت میاں صاحب موصوف کی طرزِ تحریر جس قدر برموقع، برجستہ اور پُر تاثیر ہوتی ہے اس سے ہر اہلِ ذوق اچھی طرح آگاہ ہے۔ زیرِ نظر مضامین میں بھی حضرت میاں صاحب کے قلم سے بے شمار نصائح اور ہدایات پنہاں ہیں جو صرف پڑھنے اور عمل کرنے سے ہی تعلق رکھتی ہیں۔ حضرت میاں صاحب کے دل میں جماعت کا جس قدر درد اور جماعت سے جو محبت ہے اس کا اندازہ کتاب کے مطالعہ سے آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ ہر مناسب موقع پر جماعت کو ہوشیار کرتے رہتے ہیں اور موقع کی نزاکت کا احساس دلاتے رہتے ہیں۔

کتاب کے آخر میں مختلف جماعتوں کے نام حضرت میاں صاحب کی طرف سے بھیجے جانے والے پیغامات بھی شامل ہیں جو اُس جماعت کے لئے مخصوص ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ہم سب کیلئے بھی مشعلِ راہ ہیں۔

اتالیق پبلشرز نے اس کتاب کو شائع کر کے جماعت کو ایک گراں قدر مجموعہ بہم پہنچایا ہے۔ امید ہے کہ آئندہ حصص بھی جلد شائع کئے جائیں گے۔ احباب جماعت کو ان انمول موتیوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

ٹائیٹل دبیز اور رنگدار، کتابت عمدہ۔ کتاب کا کاغذ بازار میں عمدہ کاغذ کی نایابی کی غمازی کر رہا ہے۔ حجم $\frac{20 \times 30}{16}$ سائز کے ۲۰۴ صفحات۔ قیمت دو روپے بارہ آنے۔ ملنے کا پتہ:- اتالیق پبلشرز۔ احمد نگر ضلع جھنگ۔ (ع-م-ر)

۲- سادہ زندگی

یہ کتابچہ جناب وکیل المال تحریک جدید کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ تحریکِ جدید اسی

بابرکت تحریک کو زیادہ سے زیادہ وسیع کیا جائے۔

اِس مختصر سے رسالہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی تقاریر کے مختلف اقتباسات درج کئے گئے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ نے جب تحریک جدید کو جاری فرمایا تھا تو آپ نے جماعت کے سامنے اِس تحریک کے انیس ۱۹ مطالبات پیش فرمائے جن میں سے پہلا مطالبہ سادہ زندگی ہے۔

حضور نے اپنے ارشادات میں جماعت کو ہر موقع پر سادگی اور ہر لحظہ دینداری اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔ حضور نے زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق جن میں عام طور پر لوگ خرچ کرنے میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں، حدود اور اپنی استطاعت کے اندر رہنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ کتاب کو ترتیب دینے والوں نے نہایت محنت سے تقریباً تمام اہم معاملات میں حضور کے ارشادات کو یکجا کیا ہے۔

اِس کتاب کے مطالعہ سے جہاں احباب کو عام زندگی میں آسانی پیدا ہو گی وہاں انہیں روپیہ کے ذریعہ سے خدمتِ دین کی بھی توفیق ملے گی۔ تحریک جدید میں حصہ لینے والے احباب پر اس کتاب کا مطالعہ مزید قربانی کی مختلف راہیں واضح کر سکتا ہے۔ غرض جماعت کے ہر فرد کو اِس مختصر سے رسالہ کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے۔ کاغذ اعلیٰ۔ کتابت و طباعت عمدہ۔ سرورق رنگدار۔ ضخامت ۲۰×۳۰/۱۶ سائز کے ۴۶ صفحات۔ ہدیہ فی کاپی ۵ ر اور ایک روپیہ کے پانچ نسخے۔ ملنے کا پتہ: وکیل المال اوّل تحریک جدید ربوہ۔ (ع ۔ م ۔ ر)

۲- عید کی قربانیاں

از قلم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے

گزشتہ سال عید الاضحیٰ کے موقعہ پر بعض لوگوں کی طرف سے یہ آواز اٹھائی گئی تھی کہ عید کے موقع پر جانور قربان نہیں کرنے چاہئیں بلکہ یہی رقم جمع کر کے کسی اور ترقیاتی مصرف میں لائی جا سکتی ہے۔

اُن دنوں حضرت میاں صاحب موصوف سے بعض لوگوں نے اِس بارے میں استفسار کیا تو آپ نے یہ چھوٹا سا رسالہ تصنیف فرمایا۔ اگرچہ یہ رسالہ حجم کے لحاظ سے مختصر ہے لیکن اس میں اِس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور نہایت جامع اور ٹھوس الفاظ میں ہر ایک شق کو خوب واضح کیا گیا ہے۔

حضرت میاں صاحب محترم نے مسئلہ قربانی کے بارے میں شروع سے آخر تک کسی بھی مرحلہ پر پیدا ہونیوالے ہر شک و شبہ کا جواب دیا ہے اور اس طرح اختلاف رائے رکھنے والا شخص بھی اس تحریر کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہ کتابچہ نہایت ہی سادہ الفاظ اور دلنشین انداز میں لکھا گیا ہے۔ احباب کو اس رسالہ کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے تا اِس مسئلہ سے مکمل واقفیت ہو سکے۔

ٹائیٹل دبیز۔ کاغذ عمدہ۔ کتابت و طباعت اعلیٰ۔ ضخامت ۲۰×۳۰/۱۶ سائز کے ۲۷ صفحات۔

ملنے کا پتہ

نظارت اصلاح و ارشاد

صدر انجمن احمدیہ ربوہ

(ع ۔ م ۔ س)

مقصدِ حیاتِ رُوحانی

(جناب ماسٹر اللہ بخش صاحب تسنیم)

شرحِ طلسمِ زمزمۂ کُن فکاں ہوں مَیں
آہنگِ طبعِ مطربِ سازِ جہاں ہوں مَیں

"والصُّبح" کہہ کے جس کی قسم کھائی آپ نے
اُس صُبحِ جانفروز کی رنگیں اذاں ہوں مَیں

منزل سے قرب و بُعد کی پروا نہیں مجھے
مستِ مئے نشاطِ امام الزماں ہوں مَیں

لیل و نہار رہتے ہیں میری مراد پر
یعنی شریکِ گردشِ دَورِ زماں ہوں مَیں

مہر و مہ و ستارہ ہیں صیدِ زبوں مرے
رازِ ضمیرِ صاحبِ کون و مکاں ہوں مَیں

اہلِ زمانہ کیوں ہیں میرے درپئے فنا
کیا دوشِ کائنات پہ بارِ گراں ہوں مَیں

تیرے ہر اک ستم کو سمجھتا ہوں مَیں کرم
یعنی شہیدِ لذتِ حسنِ گماں ہوں مَیں

طے کر چکا ہوں سینکڑوں جانکاہ مرحلے
ہے منزلِ حبیب کہاں اور کہاں ہوں مَیں

عنوان جس پہ ثبت ہے کسرِ صلیب کا
وہ داستانِ مہدیٔ آخر زماں ہوں مَیں

میری شکستگی میں ہے تعمیرِ زندگی
از سر تا پا جو سُود ہوں ایسا زیاں ہوں مَیں

لالوں کے دل کے داغ کی پھولوں کے زخم کی
روداد مجھ سے پوچھ چمن کی زباں ہوں مَیں

ہر منزل ابتدا میری بے منزلی کی ہے
کہتا ہے عشق جاوداں پیہم رواں ہوں مَیں

مجھ پر اثر ہے گردشِ شام و سحر کا کیا
فیضِ دوامِ ذکر سے پیہم جواں ہوں مَیں

تسنیم مجھ سے زندگی پائے گی کائنات
اکسیرِ جانفزائے مسیح الزماں ہوں مَیں

حج

دنیائے اسلام کا بے مثال روحانی اجتماع

اسلام دینِ فطرت ہے۔ اس کی تعلیمات، اس کے احکام اور اس کی مقرر کردہ عبادات انسانی روح کو جلاء بخشتی ہیں۔ انسانی تعلقات کو استوار کرتی ہیں۔ اس کے اخلاق کو سنوارتی ہیں۔ عبادت کی غرض بجز اس کے کچھ نہیں کہ انسانی قلب گداز ہو کر شفاف آئینہ کی طرح محبوب آقا کے نقوش اپنے اندر پیدا کرے۔ اور اس کے رنگ میں رنگین ہو جائے۔ قرآن مجید نے اسی غرض کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ○

کہ الٰہی رنگ کو اختیار کرو۔ اسکے اخلاق کو اپناؤ۔ خدا سے رنگ میں کوئی بہتر نہیں۔ ایسی صورت میں تم کہہ سکو گے کہ ہم سچ مچ خدا کی عبادت بجا لانے والے ہیں۔

خاص امتیاز

اسلامی عبادات میں حج کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔ حج کرنے والے کی قربانی ایک جامع قربانی ہوتی ہے۔ وہ مال بھی خرچ کرتا ہے۔ عزیز و اقارب سے جدائی بھی اختیار کرتا ہے۔ وقت بھی صرف کرتا ہے اور اپنے وطن عزیز سے بھی کچھ عرصہ کے لئے الگ ہو جاتا ہے۔ سفر کی کوفت علاوہ بریں ہے۔

اسلام نے یہ شرط قرار دی ہے کہ حج اس شخص پر فرض ہے جسے راستہ کی استطاعت میسر ہو۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ اس استطاعت میں یہ بھی شامل ہے کہ اس شخص کی صحت سفر کے قابل ہو۔ یہ بھی شامل ہے کہ راستہ کا امن حاصل ہو۔ یہ بھی شامل ہے کہ اس کے پاس اتنا سرمایہ ہو کہ بآسانی اخراجاتِ سفر کے علاوہ وہ اپنے اہل و عیال کو بھی اپنی واپسی تک خرچ دے سکے۔

جب یہ شرائط متحقق ہو جائیں تو حج فرض ہو جاتا ہے۔ اور اس شخص کے لئے حج بیت اللہ ضروری قرار پاتا ہے۔

پانچواں رکن

حج اسلام کا پانچواں رکن ہے اور گویا اسلام کی چار دیواری میں سے چوتھی دیوار ہے۔ حج اپنے سارے شروط و قواعد کے باوجود ایک واضح عاشقانہ عبادت ہے۔ یہ سچ ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ خدائے واحد کی مخلوق ہے اور زمین کا چپہ چپہ اس کی ہستی پر گواہ ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ

بعض وجود اور بعض مکان اللہ تعالیٰ کی
غیر معمولی قدرتوں کا مظہر بننے کے باعث
خاص طور پر متبرک ہوتے ہیں۔ ان سے تعلق
اور اس مقام پر حضوری انسانی دل کی کیفیت
میں وہ تبدیلی پیدا کرتی ہے جو اور جگہوں
پر میسر نہیں ہو سکتی۔

بعض لمحات انسانی زندگی کی ڈگر کو بالکل بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ اور بعض مقام انسان کے لئے کایا پلٹ ثابت ہوتے ہیں۔ صرف شرط یہ ہوتی ہے کہ انسان کا دل بیدار ہو اور اس کے احساسات کی نبض جاری ہو۔

حج کیا ہے؟ عشاقِ ربانی کا ایک عدیم النظیر اجتماع ہے اللہ تعالیٰ کی محبت کے دیوانوں کا پُرکیف منظر ہے مختلف ممالک کے لوگ، مختلف زبانیں بولنے والے لوگ، مختلف رنگتوں والے لوگ، دنیا کے کونے کونے سے وادی بطحا میں جمع ہو رہے ہیں۔ وہ سب کفن کی مانند دو چادروں میں ملبوس بیت اللہ الحرام کے گرد دیوانہ وار گھوم رہے ہیں۔ وہ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑ رہے ہیں۔ وہ عرفات کے میدان میں کائنات کے مالک کے سامنے ہاتھ پھیلائے بیٹھے ہیں۔ وہ منیٰ کے مقام پر بطور شعار جانوروں کی قربانی پیش کر رہے ہیں۔ ان کی زبانوں پر

اللّٰھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک

ہے۔ ان کے دل آستانۂ الوہیت پر پگھل رہے ہیں جن کی جبینیں خاک پر جھکی ہوئی ہیں۔ یہ لوگ نہ جھگڑنا جانتے ہیں نہ انہیں کسی قسم کے دنیوی دھندے سے سروکار ہے۔ یہ سب کچھ تیاگ کر اپنے محبوب کی ملاقات کے لئے سرگرداں پھر رہے ہیں۔ یہ حجاج ہیں۔ ان کی اس سرفروشانہ مدہوشی کا نام حج ہے۔ یہ چند دن کی عبادت ہے مگر اسے ایک مرتبہ پورے صدقِ دل سے بجا لانے کے ساتھ انسان کا دل پگھل جاتا ہے۔ اس کے سارے زنگ دُور ہو جاتے ہیں۔ اور وہ سچ مچ ایک نئی زندگی لے کر آنیوالا انسان ہوتا ہے۔

سچا حاجی بے شک اس رنگ و بُو کے
جہان میں بستا ہے۔ مگر وہ اپنی ہی
دنیا میں مگن رہتا ہے۔ کیونکہ اس نے
وہ کچھ دیکھا ہے جو اس کے اردگرد کے
لوگوں نے نہیں دیکھا۔ اس نے وہ کچھ پایا کہ
جس سے دوسرے ابھی آشنا نہیں۔

سچ مچ اس میں یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس کے یہی آثار و ثمرات ہوتے ہیں۔

بیت اللہ تو ابتدائے آفرینش سے قائم ہے اور لوگ اس کی زیارت کے لئے شروع سے آتے تھے۔ مگر حوادثِ زمانہ سے ایسا انقلاب آیا کہ اس کے بعد ضرورت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کو توجہ دلائے کہ وہ پُرانی بنیادوں پر اس گھر کو پھر استوار کریں اور اس کی آبادی کے لئے اپنی بیوی اور اپنے اکلوتے کو اس بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ جائیں۔ حضرت خلیل نے اشارۂ خداوندی کی تعمیل کی۔ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کے لئے کتنی صبر آزما گھڑی تھی کہ ننھا شیرخوار بچہ گود میں ہے اور خاوند تن تنہا چھوڑ کر سینکڑوں میل دُور فلسطین کا رُخ کر رہا ہے۔ مگر وہ کامل الایمان

صدیقہ اپنی فراست سے سمجھ گئی کہ وہ ابراہیمؑ جو حضرت لوطؑ کی بدعمل قوم کی بربادی کی خبر پر بے تاب ہو گیا تھا آج بلاوجہ اپنی چہیتی بیوی اور دنیوی طور پر اپنی ساری امیدوں کے آماجگاہ لختِ جگر (حضرت) اسمٰعیلؑ کو اس لق و دق صحرا میں نہیں چھوڑ رہا۔ چھوڑ کر جانے والے خاوند اور چھوڑی جانے والی بیوی کے جذبات انتہائی حالت میں تھے تاہم حضرت ہاجرہؓ نے پوچھ لیا۔ کہ کیا آپ اتنا بڑا اقدام خدا تعالیٰ کے حکم سے کر رہے ہیں؟ خلیل اکبر علیہ السلام نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔

تب حضرت ہاجرہؓ کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔ اِذًا لَّا يُضَيِّعُنَا۔ تب وہ خدا ہمیں کبھی ضائع نہ ہونے دے گا۔

آپ کے بعد

پانی کا مشکیزہ ختم ہو گیا۔ ہاجرہؓ آخر عورت ذات تھیں۔ بڑے سے بڑا جری مرد بھی اس موقع پر ہاجرہؓ سے بڑھ کر جرأت نہ دکھا سکتا تھا۔ پانی کی تلاش میں کبھی صفا پر جاتی تھیں اور دور سے آنے والے کسی قافلے کے دیکھنے کے لئے نظر دوڑاتی تھیں۔ جب کوئی نظر نہ آتا تھا تو دوسری پہاڑی مروہ پر بھاگ کر جاتی تھیں اور درمیان میں ننھے اسمٰعیلؑ کو پیار بھری نظروں سے دیکھ جاتی تھیں۔ صدیقہ ہاجرہؓ نے اسی طرح سات چکر کاٹے۔ آخر زمزم نمودار ہؤا اور پانی کا مسئلہ حل ہو گیا۔

صفا و مروہ کے یہ سات چکر آج بھی ہر حاجی لگاتا ہے اور اس پرانی قربانی کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔

خدائی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی یقین تھا کہ خدا اسمٰعیلؑ کو ضائع نہیں کرے گا۔ بلکہ

اسے ایک ہونہار اور تناور درخت بنائیگا
جس سے قومیں برکت پائیں گی۔ وہ گاہے گاہے
اپنے نونہال کو دیکھنے کے لئے فلسطین سے
وادیٔ مکہ میں آجاتے تھے۔

مشیّتِ خداوندی

جب وہ بچہ سنِ شعور کو پہنچا اور کام کرنے کے قابل ہؤا فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ۔ اور باپ اور بیٹے نے مل کر بیت اللہ کو نئے سرے سے آثار پر استوار کر دیا۔ تو اشارۂ خداوندی سے ایک اور امتحان درپیش آیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ اپنے اکلوتے کو ذبح کر رہے ہیں بیٹے سے پوچھا سعادت مند بیٹا آگے بڑھ کر بولا

يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي
إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ۝

آپ بے دریغ اس حکم کی تعمیل فرمائیں جو
آپ کو ملا ہے۔ مجھے آپ خدا کے فضل
سے صبر و استقلال کا پُتلا پائیں گے۔

کامل آمادگی کے اظہار پر مشیت خداوندی نمودار ہوئی اور ابراہیمؑ کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا گیا اور اسمٰعیلؑ کی بے مثال قربانی کی تقلید میں قربانیوں کا نہ ختم ہونے والا تسلسل جاری کر دیا گیا۔ جو آج چار ہزار برس بیت جانے کے باوجود اُسی آب و تاب سے پیش کی جارہی ہیں۔ ہزاروں منٰی میں اور بے شمار اسلامی دنیا کے کونے کونے میں۔

حج بیت اللہ اور منٰی کی قربانیاں درحقیقت اسی قربانِ عظیم

کی یادگار ہے جو گھرانۂ خلیل نے پیش کی تھی۔ تینوں دل ذبح ہو گئے۔ باپ اور خاوند بھی امتحان میں پورا اُترا۔ ماں اور بیوی بھی امتحان میں پوری اُتری۔ بیٹا بھی امتحان میں پورا اُترا۔ ان کامل قربانیوں کی عملی یادگار حج کی صورت میں مقرر ہوئی جو زمین و آسمان کے قیام تک جاری رہے گی۔

حکومتیں بدلتی رہیں — دار السلطنت
تبدیل ہوتے رہے۔ بادشاہتیں مٹتی رہیں۔
مگر یہ آسمانی سلطنت قائم ہے اور ہمیشہ
قائم رہے گی۔ ؏

سلطنت تیری ہے جو رہتی ہے دائم برقرار

جن خوش بخت لوگوں کو حج کی توفیق ملی ہے اور وہ ان دنوں اُس سرزمین پر گھوم رہے ہیں جو نبیوں کی سرزمین ہے۔ جو حضرت ابراہیمؑ، حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی سرزمین ہے۔ جہاں پر خدا کے سب سے بڑے نبی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے سالہا سال ناصیہ فرسائی کی۔ ہاں! جو ان دنوں اس مقدس سرزمین پر عبادتِ حج بجا لا رہے ہیں اور پورے صدق و خلوص سے ابراہیمی اُسوہ کی پیروی کر رہے ہیں وہ صد مبارک کے مستحق ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہر
سچے مومن کو توفیقِ حج عطا فرمائے۔
آمین یا ربّ العالمین +

؟

کیا آپ نے اِس رسالہ کے ص۔ کا ایک ضروری نوٹ ملاحظہ فرما لیا ہے؟ (مینیجر الفرقان)

حج بیت اللہ کی تڑپ

(سیدنا حضرت الحاج خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی اڑتالیس سال پہلے کی نظم)

دوڑے جاتے ہیں بامیدِ تمنا سوئے باب
شاید آجائے نظر رُوئے دل آرا بے نقاب
یا الٰہی آپ ہی اب میری نصرت کیجئے
کام ہیں لاکھوں مگر ہے زندگی مثلِ حباب
کیا بتاؤں کس قدر کمزوریوں میں ہوں پھنسا
سب جہاں بیزار ہو جائے جو ہوں میں بے نقاب
مَیں ہوں خالی ہاتھ مجھ کو یونہی جانے دیجئے
شاہ ہو کر آپ کیا لیں گے فقیروں سے حساب
تشنگی بڑھتی گئی جتنا کیا دُنیا سے پیار
پانی سمجھے تھے جسے وہ تھا حقیقت میں سراب
میری خواہش ہے کہ دیکھوں اس مقامِ پاک کو
جس جگہ نازل ہوئی مولیٰ تری اُمّ الکتاب
ابنِ ابراہیمؑ آکے تھے جہاں با تشنہ لب
کر دیا خشکی کو تو نے ان کی خاطر آب آب
میرے والد کو بھی ابراہیمؑ ہے تو نے کہا
جسکو جو چاہے بنائے تیری ہے عالی جناب
ابنِ ابراہیمؑ بھی ہوں اور تشنہ لب بھی ہوں
اسلئے جاتا ہوں میں مکہ کو بامیدِ آب
اِک رُخِ روشن سدا رہتا ہے آنکھوں کے تلے
ہیں نظر آتے مجھے تاریک ماہ و آفتاب
اس قدر بھی بے رُخی اچھی نہیں عشاق سے
ہاں کبھی تو کیجئے گا اپنا چہرہ بے نقاب
چشمۂ انوار میرے دل میں جاری کیجئے
پھر دکھا دیجئے مجھے عنوانِ رُوئے آفتاب

عیدِ قربان

(نتیجۂ فکر حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل)

وہ آئی عیدِ قرباں مومنو تیار ہو جاؤ
بہ بذلِ مال و جاں اِک پیکرِ ایثار ہو جاؤ
خلیل اللہ کی سنّت تازہ کرنے کو کمربستہ
پئے تعمیلِ حکمِ حاکمِ دادار ہو جاؤ
بوقتِ جائداد و نظم و ضبط و خدمتِ دینی
ثمر اندوزِ نعمتہائے عقبی الدّار ہو جاؤ
سلوکِ باہمی صدق و ریاضت اور محنت سے
نمونہ ایسا دکھلاؤ کہ اِک معیار ہو جاؤ
تمہارے پاس جو کچھ ہے لگا دو راہِ مولیٰ میں
فقیرِ بے نوا بن کر شہِ دربار ہو جاؤ
سرِ دار آکے اپنی موت سے اک زندگی پاؤ
سہولت سے ابد تک قوم کے سردار ہو جاؤ
ہزاروں راگ خاکستر کے ہر ذرّے سے پیدا ہوں
جلا کر رختِ ہستی اپنا "موسیقار" ہو جاؤ
صدف بن کر سمیٹو قطرہ ہائے آبِ رحمت کو
پھر آب و تاب پا کر گوہرِ شہوار ہو جاؤ
بہ فیضِ ساقیٔ وحدت مئے گلرنگِ عرفانی
پیو بھی اور پلاؤ بھی کہ سب سرشار ہو جاؤ
ابھی تو دور ہے منزل بڑھے جاؤ بڑھے جاؤ
نشانِ نقشِ پا دیکھو سبک رفتار ہو جاؤ
خلش کانٹوں کی پاؤں تیز کر دے اور بھی اکمل
گلِ صد برگ بن کر اس گلے کا ہار ہو جاؤ

ایک تحقیقی مقالہ

کیا حضرت آدمؑ گنہگار تھے؟

کیا نسل آدمؑ کو گناہ ورثہ میں ملا ہے؟

(از جناب گیانی واحد حسین صاحب فاضل)

ایک عیسائی مناد نے اپنی تقریر میں اس بات پہ زور دیا کہ آدم نے خدا کا گناہ کیا اور خدا کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے ممنوعہ پھل کھایا۔ اِس سبب سے وہ گنہگار ہوا اور یہ گناہ ورثہ میں اس کی تمام نسل کو ملا۔

اس کے جواب میں بتایا گیا کہ حضرت آدم کو گنہگار قرار دینا بھی درست نہیں اور پھر اس گناہ کا بطور ورثہ اس کی نسل کو ملنا بھی غلط ہے۔ کیونکہ :-

(۱) گناہ کی تعریف یہ ہے کہ انسان جان بوجھ کر خدا کے حکم کی نافرمانی کرے۔ اگر سہو یا نسیان سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس سے گناہ لازم نہیں آتا۔ اور نہ انسان سزا کا مستوجب ہو سکتا ہے۔ بھول جانا انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ اور یہ اس کے بس کی بات نہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر زہر کھالے یا گاڑی کے نیچے اپنا سر رکھ دے اور مر جائے تو ایسی موت کو خودکشی کہا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص غلطی سے زہر کھالے یا گاڑی کے نیچے کٹ جائے تو اسے خودکشی نہیں کہا جائے گا۔ گو نتیجہ دونوں کا ایک ہی ہے صرف ارادہ اور غیر ارادہ کا فرق ہے۔ پس سہو یا نسیان سے کسی فعل کے سرزد ہونے کو گناہ نہیں کہا جائے گا۔

(۲) توریت کہتی ہے کہ وہ ممنوعہ پھل جس سے آدمؑ کو منع کیا گیا تھا وہ "نیک اور بد کی پہچان کا درخت" تھا (پیدائش ۲/۱۷) اور یہ پھل کھانے سے آدم کو نیکی اور بدی کی پہچان ہوئی اور اس کی آنکھیں کھل گئیں اور انہیں معلوم ہوا کہ ہم ننگے ہیں۔ (پیدائش ۳/۷) اور خدا نے کہا دیکھو کہ انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا (پیدائش ۳/۲۲) یعنی پھل کھانے کے بعد آدم نیکی اور بدی کی پہچان میں خدا کی مانند تھا۔ سانپ نے بھی حوا کو بہکاتے وقت یہی کہا تھا کہ جس دن تم اس سے کھاؤ گے تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی اور تم خدا کی مانند نیک و بد کے جاننے والے ہو گے۔ (پیدائش ۳/۵) پس جب آدمؑ

کو نیکی اور بدی کی تمیز ہی نہ تھی تو فرمانبرداری اور نافرمانی کا سوال بالکل بے معنی بات ہے۔

(۳) توریت کہتی ہے کہ سانپ نے اماں حوّا کو بہکایا۔ (پیدائش ۳/۴) اور پولوس کہتا ہے سانپ نے اپنی مکاری سے حوّا کو بہکایا (۲۔کرنتھیوں ۱۱/۳)۔ آدم نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑگئی (۱۔تیمتھیس ۲/۱۴) اس سے ظاہر ہے کہ حوّا بالکل بے قصور رہے۔ اگر کوئی شریر دھوکہ اور فریب سے کسی کو اپنے جال میں پھنسا لے تو وہ جس کو فریب دیا گیا بالکل بے گناہ ہوگا۔ کیونکہ اس کو یہ علم نہیں کہ یہ مجھے دھوکہ دے رہا ہے بائیبل میں خدا کہتا ہے :-

"افرائیم نے دروغ گوئی سے اور اسرائیل کے گھرانے نے مکاری سے مجھ کو گھیرا ہے۔" (ہوسیع ۱۱/۱۲)

پس اگر جھوٹ اور مکاری سے خدا گھیرے میں آجاتا ہے جو علیم کل اور دلوں کا جاننے والا ہے تو حوّا بیچاری کا دھوکہ میں گھیرے جانا اُسے کیونکر گنہگار ٹھہرا سکتا ہے۔ وہ تو علم غیب نہیں رکھتی تھی بلکہ وہ ذہنی طور پر بالکل بچوں کی طرح تھی اس کا سانپ کے فریب میں پھنس جانا بالکل معمولی سی بات ہے اس لئے وہ گنہگار نہیں ہو سکتی۔

(۴) نئے عہد نامہ میں بتایا گیا ہے کہ شریعت راستبازوں کے لئے مقرر نہیں ہوئی بلکہ گنہگاروں کیلئے (۱۔تیمتھیس ۱/۹-۱۰) آدم خدا کی صورت پر بے گناہ پیدا کیا گیا۔ (پیدائش ۱/۲۷) آدم کسی شریعت کا پابند نہ تھا۔ بدی کی پہچان تو شریعت کے وسیلے سے ہوتی ہے (رومیوں ۳/۲۰) شریعت ابراہیم کے چار سو تیس برس بعد نافرمانیوں کے سبب دی گئی (گلتیوں ۳/۱۷، ۱۹) گناہ شرع کی مخالفت ہی ہے (۱۔یوحنا ۳/۴) نیز پولوس لکھتا ہے۔ جہاں شریعت نہیں وہاں حکم عدولی بھی نہیں۔ (رومیوں ۴/۱۵) پس آدم خدا کی صورت پر اور اس کی مانند بے گناہ اور راستباز تھا اسلئے شریعت اس کے لئے نہیں ہو سکتی۔ بدی کی پہچان شریعت کے وسیلے سے ہوتی۔ آدم کسی شریعت کا پابند نہ تھا اسلئے نافرمانی کی اس پر حد قائم نہیں ہو سکتی۔

(۵) آدم ممنوعہ پھل کھانے سے پہلے خدا کی صورت اور اس کی مانند تھا (پیدائش ۱/۲۶) اور پھل کھانے کے بعد وہ نیکی اور بدی کی پہچان میں خدا کی مانند ہوگیا (پیدائش ۳/۲۲) یہ آدم کی ترقی ہے۔ پہلے وہ صرف بے گناہ خدا کی صورت اور مانند پیدا ہوا اور بعد میں وہ نیکی اور بدی کی پہچان کرنے میں بھی خدا کی مانند ہوگیا۔ پس اگر پھل کھانے پر وہ گنہگار بن جاتا تو اُسے بجائے تنزل کے ترقی کا منصب حاصل نہ ہوتا۔

پہلے تو وہ صرف خدا کی صورت پر تھا اور پھل کھانے کے بعد وہ نیکی اور بدی کی تمیز میں خدا جیسا ہوگیا اور ہزار دو برس بعد لوقا انجیل نویس

نے آدمؑ کو خدا کا بیٹا قرار دیا (لوقا ۳/۳۸) پس اگر آدمؑ گنہگار ہوتے تو اُسے پھل کھانے کے بعد خدا کا بیٹا نہیں کہا جاسکتا تھا۔

(۶) حضرت مسیحؑ نے اپنے آپ کو بار بار ابن آدم کے نام سے بتایا ہے (متی ۱۰/۲۳ - ۱۲/۳۲ - ۱۶/۲۷-۲۸ وغیرہ) یہ ایک مسلّم بات ہے کہ حضرت مسیحؑ بن باپ پیدا ہوئے اسلئے وہ اپنے آپ کو ابن آدم نہیں کہہ سکتے۔ اور نسب نامہ چونکہ ماں کی طرف سے نہیں ہوتا اسی لئے آپ نے اپنے آپکو ابن عورت نہیں کہا۔ پس ظاہر ہے کہ آپ اپنے آپکو روحانی طور پر آدمؑ کا بیٹا بتاتے ہیں۔ جب حضرت مسیحؑ پاک اور بےگناہ تھے تو لازماً ماننا پڑیگا کہ آپ کا روحانی باپ (آدمؑ) بھی پاک اور بےگناہ تھا۔

(۷) اس کے علاوہ ممنوعہ پھل کھانے کے بعد خدا نے آدمؑ کے ساتھ بدسلوکی نہیں کی بلکہ دونوں میاں اور بیوی کے لئے چمڑے کے کُرتے بنا کر اُن کو پہنائے (پیدائش ۳/۲۱) پس اگر آدمؑ اور اس کی بیوی خدا کے نزدیک مجرم ہوتے تو وہ اس سلوک کے مستحق نہ تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ وہ خدا کے نزدیک مجرم نہ تھے۔

(۸) خدا نے پھل کھانے سے پیشتر آدمؑ کو کہا "جس دن تُو اس سے کھائے گا تو ضرور مرے گا (پیدائش ۲/۱۷) سانپ نے حوّا سے کہا کہ تم پھل کھانے کے بعد نہ مروگے (پیدائش ۳/۴) سانپ جانتا تھا کہ آدم کا یہ فعل صرف سادگی اور ذہنی بچپن کی وجہ سے ہے اور اس پر خدا گرفت نہ کرے گا۔ اس لئے یہ نہ مرے گا۔ اور واقعہ میں آدم پھل کھانے کے بعد نہ مرا۔ سانپ علم غیب نہ رکھتا تھا۔ اس کا صرف اندازہ ہی تھا جو درست نکلا۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے روحانی موت مراد ہے یہ درست نہیں۔ جب آدم نیک و بد کی پہچان میں خدا کی مانند ہوگیا تب خدا نے کہا اور اب ایسا نہ ہو کہ اپنا ہاتھ بڑھائے اور حیات کے درخت سے بھی کچھ کھائے اور ہمیشہ جیتا رہے۔ اور اس نے فرشتوں کو چمکتی ہوئی تلوار سے درخت حیات کی نگہبانی کے لئے مقرر کیا (پیدائش ۳/۲۲-۲۴) پس معلوم ہوگیا کہ جس طرح درخت کا پھل کھانے سے ہمیشہ کی جسمانی زندگی ہے ویسے ہی ممنوعہ پھل کھانے سے جسمانی موت کا وارد ہونا ہے۔ اور خدا کا یہ سلوک بھی آدمؑ کو بےگناہ ثابت کرتا ہے ۔ (باقی آئندہ)

ضروری اعلان

بہت سے سوالات جمع ہوگئے ہیں ان سب کے جوابات اگلے نمبر میں اکٹھے شائع کئے جا رہے ہیں۔ سوال بھجوانے والے دوست مطلع رہیں۔

(ادارہ)

حضرت بابا نانکؒ کا اسلام

اور

سکھ صاحبان کے اعتراضات کے جواب

(۲)

(جناب عباد اللہ صاحب گیانی)

دوسرا اعتراض

اگر بابا نانک صاحب نے اسلام قبول کر لیا تھا اور آپ مسلمان بن گئے تھے تو آپ نے اپنا نیا مذہب کیوں جاری کیا؟ کیا کسی نئے مذہب کا بانی بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا پابند مسلمان قرار دیا جا سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اس صورت میں باباجی کو مسلمان کیسے کہا جا سکتا ہے جبکہ وہ سکھ دھرم کے بانی تھے؟

جواب

اِس میں کوئی شک نہیں کہ کسی نئے مذہب کا بانی اسلام کا پابند مسلمان قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ ایک مسلمان کے لئے یہی لازم ہے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے اور آپ کے لائے ہوئے دین اسلام کا پابند ہو۔ جو شخص خود کوئی نئی شریعت نیا دین یا نیا قبلہ اور نیا مذہب پیش کرے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں رہتا اور وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اِس سلسلہ میں حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے:-

"خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے"

(چشمۂ معرفت صفحہ ۳۲۵)

پس اگر یہ ثابت ہو جائے کہ بابا نانک جی کسی نئے مذہب کے بانی تھے اور انہوں نے اسلام سے الگ اپنا کوئی نیا دھرم دُنیا میں پیش کیا تھا تو اس صورت میں آپ کو مسلمان قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور اگر آپ کا اسلام ثابت ہو جائے یا ثابت ہے تو اس صورت میں آپ کو سکھ دھرم یا کسی اور دھرم کا بانی قرار دینا بالکل غلط اور بے بنیاد ہوگا۔

(۲) دُنیا میں جس قدر بھی مذاہب پائے جاتے ہیں ان کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی ہستی کے اقرار پر ہے۔

اور تمام مذاہب اس امر میں متفق ہیں کہ اللہ تعالےٰ ہے اور وہ ہمارا خالق اور مالک ہے اور ہم اپنے اعمال کے لئے اس کے سامنے جوابدہ ہیں لیکن اس کے باوجود ہر مذہب نے خدا تعالےٰ کا جو تصور پیش کیا ہے وہ ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ چنانچہ عیسائیت نے خدا تعالےٰ کا جو تصور پیش کیا ہے وہ ایک میں تین اور تین میں ایک ہے۔ یعنی عیسائیت کی رُو سے باپ، بیٹا اور روح القدس تینوں مل کر ایک خدا بنتے ہیں۔ ویدک دھرم کی دو بڑی شاخیں آریہ سماج اور سناتن دھرم ہیں۔ سناتن دھرم نے خدا تعالےٰ کا یہ تصور پیش کیا ہے کہ وہ ضرورت کے وقت انسانوں، حیوانوں اور درندوں کی شکل میں اس دنیا میں پیدا ہوتا رہتا ہے۔ نیز اس کے نزدیک برہما، بشن اور مہیش تینوں مل کر اس دنیا کا کاروبار چلا رہے ہیں۔ آریہ سماج کے نزدیک خدا تعالےٰ کا یہ تصور ہے کہ اس نے نہ تو روح کو پیدا کیا ہے اور نہ مادہ کو۔ گویا خدا تعالےٰ رُوح اور مادہ تینوں ازلی اور ابدی ہیں۔ ان کی کسی نے بھی تخلیق نہیں کی۔ خدا تعالےٰ کا کام صرف اتنا ہی ہے کہ وہ انسانوں کو ان کے اعمال کے مطابق بار بار دنیا میں مختلف جونوں میں بھیجتا رہتا ہے۔ آریہ سماج کے نزدیک اللہ تعالےٰ کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ وہ کسی کو دائمی نجات دے سکے۔ بلکہ ناجی روحوں کو بھی وہ دنیا میں بھیجنے پر مجبور ہے۔ کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس صورت میں ایک وقت ایسا بھی آ سکتا ہے جبکہ اللہ تعالےٰ کے پاس ایک بھی روح باقی نہ رہے جسے وہ دنیا میں جنم دے سکے۔ اسلام نے خدا تعالےٰ کے بارے میں جو تصور پیش کیا ہے وہ ان تمام مذاہب کے مختلف ہے۔ اسلام کا پیش کردہ خدا تعالےٰ قادرِ مطلق ہے اور وہ رُوح کا بھی خالق ہے اور مادہ کا بھی پیدا کرنے والا ہے۔ اس کے بغیر کوئی بھی چیز ازلی اور ابدی نہیں۔ وہ غیر مجسم اور لامحدود ہے۔ اسے اس دنیا کا کاروبار چلانے کیلئے کسی سہارا یا مددگار کی ضرورت نہیں۔ وہ جنم مرن سے پاک ہے۔ اس کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ بیوی۔

ان مختلف مذاہب کا خدا تعالےٰ کے بارے میں الگ الگ تصور ہی اصل میں انہیں ایک دوسرے سے الگ کر دیتا ہے۔ اور ان تصورات میں سے جس تصور کو بھی کوئی شخص اپناتا ہے وہی اس کا مذہب ہوگا۔ یعنی تثلیث کے ماننے والے کو عیسائی کہا جائے گا۔ اور اوتار واد کا ماننے والا سناتن دھرمی کہلائے گا۔ نیز روح و مادہ کو ازلی ابدی ماننے والے کو آریہ سماجی اور قادرِ مطلق، حی و قیوم خدا کے قائل کو مسلمان کہا جائیگا۔ پس اگر فی الحقیقت بابا نانک کسی نئے مذہب کے بانی تھے اور انہوں نے دنیا کو نیا دھرم الگ پیش کیا تھا تو چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کے بارے میں وہ تصور بتایا جائے جو باباجی نے پیش کیا ہے۔ اور وہ ان تمام مذاہب کے پیش کردہ تصور سے مختلف ہو۔ کیونکہ جب تک یہ چیز ثابت نہ کی جائے باباجی کو کسی نئے مذہب کا بانی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اس کے برعکس جب ہم باباجی کی بانی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ آپ اسلام کی

پیش کردہ توحید کے قائل تھے۔ چنانچہ مشہور فارسی مصنف محسن فانی نے باباجی کے بارہ میں گورو ہرگوبند جی کے زمانہ میں یہ شہادت دی تھی کہ:-

"نانک قائل توحید باری بود بامونکہ منطوق شرع محمدؐ نیست"

(دبستان مذاہب ص۲۲۳)

یعنی بابا نانک جی کا توحید باری تعالیٰ کے بارے میں وہی تصور تھا جو اسلام نے پیش کیا ہے"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باباجی کو مسلمان ثابت کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ:-

"درحقیقت بابا صاحب جس خدا تعالیٰ کی طرف اپنے اشعار میں لوگوں کو کھینچنا چاہتے ہیں۔ اس پاک خدا تعالیٰ کا نہ ویدوں میں کچھ پتہ چلتا ہے اور نہ عیسائیوں کی انجیل محرّف مخرّب میں۔ بلکہ وہ کامل اور پاک خدا تعالیٰ قرآن شریف کی مقدس آیات میں جلوہ نما ہے" (ست بچن ص۵۰)

پروفیسر کرتار سنگھ جی ایم۔اے نے لکھا ہے۔کہ باباجی نے بغداد میں یہ فرمایا تھا:-

"صرف اس لئے کہ میں اس ایک ہی خدا کا پرستار ہوں جس جیسا اور جس کے برابر اور کوئی نہیں۔ اس ایک کے ساتھ کسی دوسرے کو شامل کرنے سے انکار کرنے کی وجہ سے میں مسلمان کہلانے والوں سے اسلام کی خالص توحید (ایک کی پرستش) کے اصول میں زیادہ نزدیک ہوں"

(ترجمہ از جیون کتھا گورو نانک ص۳۲۲)

پس یہ ایک حقیقت ہے کہ بابا نانک جی اسلام کی پیش کردہ توحید کے قائل تھے۔ اس صورت میں انہیں کسی نئے مذہب کا بانی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ نئے مذہب کے بانی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے بارے میں کوئی ایسا تصور پیش کرے جو دوسرے مذاہب سے مختلف ہو۔

(۳) اس میں کوئی شک نہیں کہ سکھ لوگ بغیر کسی ٹھوس دلیل اور یقینی ثبوت کے بابا نانک جی کو سکھ دھرم کا بانی پیش کرتے ہیں۔ لیکن باباجی کی بانی سے کوئی بھی ایسا شبد وہ پیش نہیں کر سکتے جس سے باباصاحب کا کسی نئے مذہب کا بانی ہونا ثابت ہو سکے۔

اس کے علاوہ آج سکھ دھرم کے جو عقائد اور اصول پیش کئے جاتے ہیں وہ باباجی کی وفات کے صدیوں بعد عالم وجود میں آئے ہیں۔ اور باباجی کے زمانہ میں ان کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ آج سکھ لوگ پانچ ککوں کے دھارنی ہیں۔ یعنی کرپان۔کنگھا۔کڑا۔کچھرا اور کیس یہ پانچ چیزیں ان کے مذہب کی بنیاد ہیں۔ ان کو اختیار کئے بغیر کوئی سکھ سچا سکھ نہیں کہلا سکتا۔ چنانچہ ایک سکھ ودوان کا بیان ہے:-

"ککار دھارن نہ کرنے والا تنخواہیا تصور وار ہے" (سکھ قانون ص۲۳)

نیز کرپان کے بارے میں تو یہاں تک کہا جاتا ہے کہ:-

"اگر سکھ کرپان دھارن نہ کرے تو

وہ سکھ نہیں رہتا۔ پتت ہو جاتا ہے۔"

(ترجمہ از خالصہ کا چار جم ۱ مئی ۱۹۶۶ء)

ایک اور صاحب کا بیان ہے:۔

"کرپان کے بغیر سکھی ادھوری اور نامکمل ہے۔" (ترجمہ از اکالی ۲ مئی ۱۹۴۴ء)

لیکن کوئی سکھ ودوان اس بات کو ثابت نہیں کر سکتا کہ باباجی نے اپنی تمام عمر میں کسی شخص کو ان پانچ ککاروں کو دھارن کرنے کی تلقین کی ہو یا خود اختیار کئے ہوں۔ یا انہیں سکھ دھرم یا اپنے پیش کردہ دھرم کا کوئی حصہ قرار دیا ہو۔ اس کے برعکس سکھ ودوانوں کو یہ امر مسلّم ہے کہ باباجی نے اپنی تمام زندگی میں کرپان کو دھارن نہیں کیا۔ حالانکہ موجودہ زمانہ کے سکھ کرپان کے بغیر سکھی کو ادھوری اور سکھ کو پتت خیال کرتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ باباجی نے اپنے تمام کلام میں کرپان دھارن کرنے کا اپدیش دینا تو الگ رہا کرپان کا لفظ بھی استعمال نہیں کیا۔ اس صورت میں آپ کو سکھ دھرم کا بانی کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے؟

(۴) سکھ لٹریچر سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ باباجی کو کوئی ایسا دعویٰ نہ تھا کہ وہ کسی نئے مذہب کو جاری کرنے پر مامور کئے گئے ہیں۔ اور نہ انہوں نے اپنا کوئی الگ مذہب بنایا ہے۔ مذاہب عالم کا مطالعہ کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ دنیا میں جس قدر بھی بانیانِ مذاہب گزرے ہیں ان سب نے دنیا کے سامنے اپنا یہ دعویٰ پیش کیا ہے کہ وہ نیا مذہب چلانے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور کئے گئے ہیں۔ چنانچہ گورو گوبند سنگھ جی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ:۔

تو جو ہوت بھیو جگ سیانا

تن تن اپنو پنتھ چلانا

(دسم گرنتھ ص۵)

لیکن اس کے برعکس باباجی کا ہمیں ایسا کوئی دعویٰ ان کے کلام سے نہیں ملتا۔ پس اگر باباجی فی الحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی نئے مذہب کو چلانے کے لئے مامور تھے تو چاہیئے تھا کہ آپ خود اس بات کو پیش کرتے۔ کیونکہ باباجی کے منصب کو خود ان سے زیادہ اور کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔

جب ہم سکھ لٹریچر کا مطالعہ اس نقطۂ نگاہ سے کرتے ہیں تو ہم پر یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ خود سکھ ودوان بھی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ باباجی نے نہ صرف یہ کہ ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا بلکہ اس سے صاف الفاظ میں اقرار کیا ہے کہ وہ کسی نئے مذہب کو جاری کرنے کی غرض سے دنیا میں نہیں آئے۔ چنانچہ مشہور سکھ ودوان گیانی شیر سنگھ جی کا بیان ہے کہ:۔

"انہوں نے (یعنی بابا نانک جی نے) اپنے منہ سے خود کو گورو نہیں کہا۔"

(ترجمہ از گورگرنتھ تے پنتھ ص۱)

مشہور سکھ مؤرخ گیانی گیان سنگھ جی کا بیان ہے:۔

"انہوں نے (یعنی بابا نانک جی نے) خود کو بزرگ، پیغمبر یا اوتار ظاہر نہیں کیا اور نہ حکم دیا ہے کہ انہیں اوتار یا پیغمبر مانا جائے"

(ترجمہ از تواریخ گورو خالصہ ص۹۱۲)

ایک اور سکھ ودوان کا بیان ہے :-

"گورو نانک خود کو اوتار نہیں کہتے تھے۔
اگر بندے اور اوتار میں زمین و آسمان
کا فرق ہے تو عجز اور انکساری کے سبب سے
جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔"
(ترجمہ از پریت لڑی نومبر ۱۹۳۶ء)

یہ یاد رہے کہ خود سکھ ودوانوں نے کسی شخصیت کے گورو ہونے سے انکار کرنے کو اس کے گورو نہ ہونے کی دلیل قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو گورو پد نرنے صفحہ ۱۰)

پس جس صورت میں خود سکھ ودوان اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ باباجی نے گورو ہونے کا کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا اور انہوں نے اپنا کوئی نیا مذہب جاری نہیں کیا تھا اس صورت میں باباجی کے بارے میں یہ اعتراض کرنا کہ چونکہ وہ سکھ دھرم کے بانی تھے اسلئے مسلمان نہیں تھے خود بخود باطل ہو جاتا ہے۔

(۵) دنیا میں جتنے بھی بانیانِ مذاہب ہوئے ہیں انہوں نے واضح الفاظ میں لوگوں کو اپنی طرف بلایا ہے اور انہیں یہ تلقین کی ہے کہ وہ اپنے خیالات ترک کر کے ان کے بتائے ہوئے راستہ پر گامزن ہوں۔ ایک بھی ایسا بانیٔ مذہب نہیں ہوا جس نے قوموں کو دوسروں کے مرید بننے کی تلقین کی ہو۔ لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ باباجی دوسرے لوگوں کو یہ اپدیش دیا کرتے تھے کہ وہ شیخ فرید کے پیر کے مرید بنیں۔ چنانچہ جنم ساکھی بھائی بالا میں آپ کی ایک ساکھی درج ہے۔ جس پر مرقوم ہے کہ یہ ساکھی پیر جلال الدین سے ہوئی تھی۔ اس کے آخر میں یہ درج ہے کہ :-

"پیر کو حکم ہوا تو پورا پیر کر۔ تب پیر
جلال الدین نے کہا کہ گورو جی میں کس کو مرشد
بناؤں۔ تو گورو جی نے کہا کہ جو پیر فرید نے
کیا ہے۔ تب پیر جلال الدین گورو نانک
سے رخصت ہوا۔" (ترجمہ از جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۵۰۴)

اسی طرح پوراتن جنم ساکھی کے آخر میں ایک ساکھی مخدوم بہاؤ الدین سے ہوئی درج ہے۔ اس کا نمبر ۵۴ ہے۔ اس ساکھی کے آخر میں مرقوم ہے کہ :-

"تب مخدوم بہاؤ الدین کو حکم ہوا کہ جاؤ
اور مرشد دھارن کرو۔ تب مخدوم بہاؤ الدین
نے کہا کہ میں کس کو مرشد بناؤں۔ تب باباجی نے
فرمایا کہ جسے شیخ فرید نے بنایا ہے۔ تب مخدوم
بہاؤ الدین نے سلام کیا مصافحہ کیا۔ باباجی
نے رخصت کیا۔" (ترجمہ از پوراتن جنم ساکھی صفحہ ۱۰۵)

پس اگر باباجی کسی نئے مذہب کے بانی تھے اور وہ نیا مذہب جاری کرنے کا انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا تھا تو اس صورت میں آپ نے دوسروں کو شیخ فرید کے مرشد کی بیعت کرنے کی تلقین کیوں کی۔ اس سے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ کو کسی بھی نئے مذہب کے جاری کرنے کا کوئی دعویٰ نہ تھا۔ نیز وہ خود بھی چشتی طریقہ کے قائل تھے۔ کیونکہ باباجی ایسا انسان دوسروں کو اسی بات کی تلقین کر سکتا تھا جسے وہ خود صحیح اور درست خیال کرتے ہوں۔ چنانچہ ایک سکھ ودوان نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ باباجی کے صوفی مسلمانوں خصوصاً چشتی طریقہ کے مسلمانوں سے بہت گہرے تعلقات تھے۔ جیسا کہ ان کا بیان ہے :-

"گورونانک صاحب کا ... مسلمان
صوفی فقیروں سے بہت گہرے تعلقات
رہے ہیں ...... ان صوفی فقیروں میں سے
جن کے ساتھ گورو صاحب کا ذاتی پیار تھا۔
ایک بہت بڑے مشہور بزرگ بابا فرید جی کا
کلام گورو گرنتھ صاحب میں درج ہے۔
پنجاب میں ان دنوں جو صوفی مذہب
پردھان تھا وہ چشتی فرقہ تھا۔"
(ترجمہ از گورمت درشن صفحہ ۱۴۷)

مہاتما ٹی ایل واسوانی نے بیان کیا ہے کہ بابا نانک جی اور شیخ فرید ثانی جی بارہ سال مل کر لوگوں میں تبلیغ کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ اور متعدد مقامات پر ہندوؤں نے باباجی کی اس حرکت کو ناپسند کیا جیسا کہ ان کا بیان ہے:۔

"میں سمجھتا ہوں کہ گورونانک صاحب کا
مذہب ملاپ اور ایکتا کا مذہب تھا اسلئے
انہوں نے اسلام کی تعلیم میں وہ کچھ دیکھا
جو دوسرے ہندوؤں کو بہت کم دکھائی
دیتا تھا۔ گورو صاحب کو مسلمانوں کے ساتھ
ملاپ کرنے میں لذت محسوس ہوتی تھی۔
شیخ فرید (ثانی) دس سال گورو صاحب سے
مل کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا راستہ بتاتا رہا۔
متعدد مقامات کے ہندوؤں نے گورو
صاحب کے مسلمانوں سے گہرے میل ملاپ کو
ناپسند بھی کیا۔ مگر ایکتا کے اوتار نے اسکی
کوئی پرواہ نہ کی۔" (ترجمہ از اخبار موجی ۱۸ر جنوری ۱۹۳۶ء)

بابا نانک صاحب کا شیخ فرید (ثانی) جی سے مل کر پرچار کرنا اور دس سال تک لگاتار لوگوں کو اللہ کا رستہ بتانا ظاہر کرتا ہے کہ آپ کا اور شیخ صاحب کا ایک ہی مذہب تھا۔ اور وہ اسلام تھا۔ یہی وجہ ہے کہ متعدد مقامات کے ہندوؤں نے باباجی کی اس تبلیغ کو ناپسند کیا۔ اگر باباجی نے اسلام کے مقابلہ پر کوئی الگ مذہب پیش کیا ہوتا تو یہ ناممکن تھا کہ شیخ فرید (ثانی) ایسا بزرگ مسلمان آپ کے ساتھ مل کر تبلیغ کرتا۔ اور پھر متعدد مقامات کے ہندوؤں کو بھی باباجی کی اس تبلیغ کو ناپسند کرنے کی کوئی ضرورت پیش نہ آتی۔ بلکہ پھر تو وہ خوش ہوتے کہ ان کی جاتی میں سے پیدا ہو کر ایک شخص علانیہ طور پر اسلام کا رد کر رہا ہے اور اپنا نیا مذہب لوگوں کے سامنے پیش کر رہا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی باباجی کا تعلق چشتی خاندان کے لوگوں کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ حضورؑ فرماتے ہیں کہ:۔

ملا تب خدا سے اُسے ایک پیر
کہ چشتی طریقہ میں تھا دستگیر
وہ بیعت سے اسکی ہوا فیضیاب
سُنا شیخ سے ذکر راہِ صواب
(ست بچن صفحہ ۴۰)

پس بابا صاحب کا لوگوں کو شیخ فرید کے مرشد کی بیعت کرنے کی تلقین کرنا اور شیخ فرید ثانی سے مل کر دس سال تک لوگوں کو اللہ کا راستہ بتانا اور ہندوؤں کا باباجی کی اس تبلیغ کو ناپسند کرنا ثابت کرتا ہے کہ باباجی خود کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے بلکہ آپ کے چشتی طریقہ کے لوگوں سے بہت

گہرے تعلقات تھے۔ اور آپ خود بھی اس طریقہ کے پابند تھے۔ کیونکہ باباجی کا اپنا ہی ارشاد ہے کہ :-

آپ نہ بوجھاں لوک بوجھائی ایسا آگو ہوواں
نانک اندھا ہو ئیکے دسے راہے سبھ مہانے ساتھے
اگے گیا موہے منہ پاہے سو ایسا آگو جاپے

(وارماجھ محلہ ۱ ص۱۴۰)

الغرض باباجی کے بارے میں یہ بیان کہ انہیں کسی نئے مذہب کا دعویٰ تھا یا وہ نیا مذہب جاری کرنے کے لئے دنیا میں آئے بے بنیاد ہے۔ باباجی چشتی طریقہ میں شامل تھے۔ اسی وجہ سے لوگوں کو اس طریقہ میں شامل ہونے کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔

(۶) سکھ کتب سے یہ ثابت ہے کہ نئے مذہب کے جاری کرنے کی ذمہ داری گورو گوبند سنگھ جی نے خود ہی اپنے اوپر لی ہے۔ یعنی موجودہ زمانہ کے سکھ جس خالصہ دھرم کو مان رہے ہیں اور اس کے جو سدھانت اور اصول تسلیم کر رہے ہیں وہ بابا نانک جی کے تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد گورو گوبند سنگھ جی نے ایجاد کئے تھے۔ جن میں بعد میں اضافے بھی کئے جاتے رہے۔ چنانچہ سکھ ودوان بیان کرتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ جی نے شروع میں پانچ ککوں کی بجائے تین مندرا دھارن کرنے کا اپدیش ہر ایک سکھ کو دیا تھا جو یہ ہیں:-

"کیس - کچھ - کرپان"

(ملاحظہ ہو گور پرتاپ سورج رت ۳ - انسو ۲۰ مہان کوش ص۵۰۹ - و پنتھ پرکاش ص۸۶۵)

مگر بعد میں ان تین مندرا کو پانچ ککوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ سردار بہادر کاہن سنگھ جی کو بھی اس امر کا اقرار ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے پانچ ککوں کا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ یہ گورو صاحب کے کافی عرصہ بعد مشہور ہوا (ملاحظہ ہو گورمت سدھاکر ص۴۶۷)

ایک اور سکھ ودوان نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ کسی بھی پراچین کتاب میں پانچ ککاروں کی وضاحت نہیں کی گئی۔ (پریم سمارگ ص۳۶)

بعض لوگ گورو گوبند سنگھ جی کا ایک فارسی شبد اس سلسلہ میں پیش کیا کرتے ہیں کہ ؎

نشانِ سکھی ایں پنج حرف کاف
ہرگز نہ باشد ایں پنج معاف
کڑا کارد و کچھ کنگھا بدان
بلا کیس ہیچ است جملہ نشان

ایک سکھ ودوان نے اس شبد کو گوبند سنگھ جی کا بیان کردہ تسلیم نہیں کیا بلکہ بعد کی بناوٹ ظاہر کیا ہے۔

(پریم سمارگ ص۳۷)

بھائی رندھیر سنگھ کا بیان ہے کہ پانچ ککوں میں کیس شامل نہیں ہے۔ کیس تو پہلے ہی سکھ رکھا کرتے تھے۔ گورو صاحب نے کیسوں کی بجائے کیسکی دھارن کرنے کا حکم دیا تھا مگر بعد میں لوگوں نے کیسکی (چھوٹی پگڑی) کو کیسوں میں بدل دیا۔ (ملاحظہ ہو رسالہ خالصہ دستار انک اگست ۱۹۵۰ء ص۲۲-۲۹-۳۰ وغیرہ)

گورو گوبند سنگھ جی نے واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ :-

"پنتھ پرچود کرب کو ساجا"

(دسم گرنتھ ص۵۱)

یعنی خدا تعالیٰ نے گورو گوبند سنگھ کو نیا پنتھ جاری کرنے پر مامور کیا۔

ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا ہے :-

راج ساج جب ہم پہ آئیو
جتھا شکت تب دھرم چلائیو
(دسم گرنتھ ص ۵۴)

یعنی جب میں نے سیاست میں دخل حاصل کر لیا تو اپنی طاقت کے مطابق نیا پنتھ جاری کیا۔"

دسم گرنتھ کے بعض قلمی نسخوں میں گورو گوبند سنگھ جی کا یہ قول بھی درج ہے :-

دوہوں پنتھ میں کپٹ ودیا چلانی
بہر تیسرو پنتھ کیجے پردھانی

(نادھاری نت نیم ص ۶۳۲۔ گورمت سدھاکر ص ۱۵۴
ورتمان سکھ راجنیتی ص ۲۔ من مت پر ہار ص ۲۳۔
کتھا اپدیش ساگر ص ۲۴۔ ہم ہندو ہیں ص ۵۵۔
رسالہ سنت سپاہی جولائی ۱۹۴۹ء و نومبر ۱۹۵۰ء)

گورو گوبند سنگھ جی کا یہ قول بھی سکھ کتب میں موجود ہے :-

"گورو نانک صاحب سے لیکر نو گورو صاحبان تک کسی نے کوئی مذہب مریادہ اور جاری نہیں کی۔ صرف ہمیں ہندو مذہب سے گلانی (نفرت) پیدا ہوئی تو تیسرا پنتھ سکھوں کا جاری کیا ہے۔"

(ترجمہ از بیج مکت گرنتھ ص ۲۰۳)

بھائی گورداس کی اکتالیسویں وار میں گورو گوبند سنگھ جی کے بارے میں یہ مرقوم ہے :-

گور گوبند سنگھ پرگٹیو دسواں اوتارا
جن الکھ اپار نرنجان جپیو کرتارا
نج پنتھ چلائیو خالصہ دھر تیج قرارا
(گوربلاس ۲۱۲/۱۵۱)

یعنی گورو گوبند سنگھ جی دسویں اوتار ظاہر ہوئے اور انہوں نے تیسرا پنتھ خالصہ جاری کیا۔"

ماسٹر تارا سنگھ جی نے گورو گوبند سنگھ جی کے قول تیسرو پنتھ کیجے پردھانی کی بنا پر لکھا ہے :-

"گورو صاحب کا یہاں صاف منشاء ہے کہ دو پنتھ ہندو مسلمان تھے اور تیسرا خالصہ پنتھ جاری کیا گیا۔"

(ترجمان از ورتمان سکھ راجنیتی ص ۲)

ان حوالہ جات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی تیسرے مذہب کے بانی تھے۔ اس صورت میں بابا نانک جی کو کسی نئے مذہب کا بانی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ سکھوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو بابا نانک جی کے بارے میں یہ کہتے ہیں :-

"انہوں نے کسی نئے مت کی ستھاپنا نہیں کی۔"

(شرومنی جتر امرت حصہ دوم ص ۱۲۹)

البتہ یہ درست ہے کہ بعد میں لوگوں نے انہیں سکھ دھرم کا بانی قرار دینا شروع کر دیا جیسا کہ سردار گور بخش سنگھ جی پی ایس سی بیان کرتے ہیں کہ :-

"وقت گزرنے کے بعد عقیدتمندوں نے انہیں (یعنی بابا صاحب کو) اپنا خاص گورو بنا لیا۔ اور اس گورودستھان پر ایک شاندار پنتھ کی عمارت بنا لی۔" (ترجمہ از پریت لڑی نومبر ۱۹۴۸ء)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعد میں لوگوں نے گورو نانک جی کو سکھ دھرم کا بانی قرار دیدیا۔ بابا جی کو خود ایسا کوئی دعویٰ نہ تھا کہ وہ کسی نئے مذہب کے بانی ہیں۔ (باقی)

"اَلفِردوس"

انار کلی میں

لیڈیز کپڑے کیلئے

آپ کی اپنی

دکان ہے!

"اَلفِردوس"

۸۵- انار کلی لاہور

آنکھوں کی جملہ بیماریوں کے لئے بے نظیر تحفہ

نور کاجل

- آنکھوں کو جملہ بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔
- بیمار آنکھوں کا علاج ہے۔
- نظر کو صاف اور تیز کرتا ہے۔
- آنکھوں کو گرد و غبار سے صاف کرتا ہے۔
- آنکھوں میں خوبصورتی اور چمک پیدا کر کے چہرہ کے حسن میں اضافہ کرتا ہے۔
- خارش، پانی بہنا، ہمنی، ناخونہ کا بہترین علاج ہے۔

بیسیوں جڑی بوٹیوں کے جوہر سے تیار کیا گیا ہے۔
اور پچاس سالہ تجربہ کے بعد پیش کیا جا رہا ہے۔

لہٰذا

اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی آنکھوں کو تندرست اور خوبصورت رکھنے کے لئے ہمیشہ نور کاجل استعمال کیجئے!

بوقت ضرورت ایک ایک سلائی آنکھوں میں ڈالیں

قیمت فی شیشی
ایک روپیہ چار آنے
علاوہ محصول ڈاک و پیکنگ

تیار کردہ
خورشید یونانی دواخانہ
گولبازار- ربوہ

طابع و ناشر:- ابو العطاء جالندھری ٭ مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقام اشاعت:- دفتر الفرقان ربوہ ضلع جھنگ

فہرست کتب مکتبہ الفرقان ربوہ

نام کتب	قیمت		
حیاتِ طیبہ (دوسرا ایڈیشن) مصنفہ شیخ عبدالقادر صاحب فاضل	-	۸	۶
شانِ رسول عربیؐ (حضرت مسیح موعودؑ کے اقتباسات)	-	-	۴
بہائی تحریک کے متعلق پانچ مقالے (مجلد)	-	۴	۲
بہائی شریعت اور اس پر تبصرہ	-	۱۲	۱
درود دربار۔ فارسی منظوم مصنفہ شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ	-	۸	۱
اسلام پر ایک نظر	-	۱۰	-
رسالہ فتوحاتِ الٰہیہ (مجلد)	-	-	۱
نیوڈسکوری (انگریزی، عربی اور اردو کا ٹریکٹ)	-	۲	-
ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مجلد)	-	-	۴
حقیقۃ النبوۃ (حصہ اوّل)	-	-	۳
تاریخ تبلیغ اسلام در ہندوستان	-	۸	۱
کلمۃ الحق (شیعوں سے مباحثہ)	-	۸	-
درود شریف	-	۴	۱
نشانِ رحمت	-	۴	-
اسلام کا اقتصادی نظام	-	۸	۱
نظام نو	-	۴	۱
حیاتِ قدسی (حصہ چہارم)	-	۱۰	۲
حیاتِ قدسی (حصہ اوّل)	-	-	۱
نبذۂ از کلام احمد علیہ السلام (فارسی) مجلد	-	۱۲	-
مکتوبات احمدیہ جلد ہفتم	-	۸	۱
قادیانی مسئلہ کا جواب	-	۱۲	-
احکام القرآن	-	۸	۲
بیاض مسیحا جلد دوم	-	۴	۲
مولانا مودودی کے تحقیقاتی عدالت میں تحریری بیان پر صدر انجمن احمدیہ کا تبصرہ	-	۱۵	-
حیاتِ بقاپوری (حصہ دوم)	-	۱۲	-
مسلمان عورت کی بلند شان (غیر مجلد)	-	۴	۱
" " (مجلد)	-	۸	۱
ہماری ہجرت اور قیام پاکستان (غیر مجلد)	-	۶	-

نام کتب	قیمت		
اسلامی اصول کی فلاسفی	-	۱۲	-
تبلیغ ہدایت (مجلد)	-	-	۳
مقامات النساء (احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم)	-	-	۱
مختار گل۔ الموسوم بہ دل کا سرور	-	-	۱
محاسن کلامِ محمود	-	۸	-
اُسوۂ کامل (تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ)	..	۴	-
تحقیقاتی عدالت میں حضرت امام جماعت احمدیہ کا بیان	-	۲	-
علمی معجزہ (براہین احمدیہ کا ایک بصیرت افروز مقالہ)	-	۶	-
اسلام اور اشتراکیت پر ایک نظر	-	۱	-
واقعات شہید مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	-	۳	-
ان کے اعمال اور ہمارے عقائد	-	۲	-
کلمۃ الیقین فی تفسیر خاتم النبیین یعنی خاتم النبیین کے بہترین معنے	-	۲	-
بانی بہائیت کا دعویٰ الوہیت	-	۱	-
کلید ترجمہ قرآن مجید (جلد اوّل)	-	۸	۲
" " " (جلد دوم)	-	۸	۲
فقہ احمدیہ (شمع حرم معہ قندیل حرم)	-	-	۳
امام المتقین	-	۸	۱
نجات المسلمین	-	۱۲	-
جاء الحق	-	۸	-
خلافتِ حقہ	-	۸	-
ظہور احمد موعود	-	-	۱
شہید الحق	-	-	۱
نور احمد احمدی	-	۵	-
انعاماتِ خداوند کریم	-	-	۳
میری داستان	-	-	۱
ایک غلطی کا ازالہ کی تشریح	-	۴	-
اصحاب کہف کے صحیفے	-	۱۲	-
آپ بیتی	-	۸	-

خاکسار:۔ مینجر مکتبہ الفرقان ربوہ۔ پاکستان